بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کونڈوں کے جواز و استحباب پر ایک
تحقیقی علمی تحریر اور جملہ اعتراضات کا محاسبہ

الموسوم بہ

الجواب الاظہر

عن الاشکالات علی ختمۃ الامام جعفر

المعروف بہ

کونڈوں کی شرعی حیثیت

ازقلم

گدائے کوچۂ اہل بیت مفتی عبدالمجید خاں احمد سعیدی رضوی
صدر مدرس و مہتمم جامعہ حنفیہ و جامعہ غوث اعظم نوریہ رحیم یار خاں

ناشر، کاظمی کتب خانہ
رحیم یار خاں فون : ۷۱۳۶۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات رسالہ ہذا

ختم شد

بسمہٖ تعالیٰ

تذکرۂ سیدنا الامام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ اور انتساب

حضرت رضی اللہ عنہ کا پورا اسم گرامی ابو عبداللہ جعفر الصادق ہے۔ آپ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حقیقی پوتے اور حضرت شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی سیدنا امام محمد الباقر اور والدہ ماجدہ کا نام مبارک سیدہ امّ فروہ ہے (رضی اللہ عنہما)۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت امیر المومنین خلیفہ اوّل بلا فصل سیّدنا ابو بکر صدیق کے حقیقی پوتے احد الفقہاء السبعۃ المدنیۃ امام قاسم اور آپ کی حقیقی پوتی حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر کی صاحبزادی ہیں (رضی اللہ عنہم) اسی لئے حضرت امام جعفر الصادق فرمایا کرتے تھے "ولدنی ابوبکر مرتین" یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا دُہرا رشتہ ہے۔

آپ نے دیگر سینکڑوں جلیل القدر تابعین و ائمہ کرام امام محمد بن منکدر، امام عروہ، امام نافع اور امام زہری وغیرہم کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ اپنے والد ماجد امام محمد الباقر اور نانا جان امام قاسم مدنی سے علوم حاصل فرمائے۔ آپ کی علمیت، ثقاہت اور بزرگی کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام شعبہ، امامین سفیانین، امام مالک اور خصوصاً حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے فقہاء و ائمۂ دین آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں (رضی اللہ عنہم) تقویٰ و دین میں کس قدر کھرے تھے؟ اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلفاً خلفاً اور قدیماً حدیثاً تمام امت بیک زبان و بیک قلم آپ کو "الصادق" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں احد الائمۃ الاعلام بر صادق کبیر الشان امام ابو حاتم نے فرمایا ثقۃ لایسأل عن مثلہ محدث ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: کان من سادات اھل البیت فقہاً وعلماً وفضلاً امام مالک نے فرمایا: "اختلفت الیہ زمانا فما کنت اراہ الا علی ثلث خصال اما مصلی و اما صائم و اما یقرأ القرآن وما رائیتہ یحدث الا علی طہارۃ" میں عرصہ دراز تک آپ کے حضور حاضر ہوتا رہا جب بھی گیا آپ کو نماز میں مصروف یا روزہ دار یا تلاوت قرآن میں مگن پایا۔ آپ وضو کے بغیر حدیث شریف بیان نہیں فرماتے تھے۔ آپ سے مروی احادیث بکر حضرات کی کتب کے علاوہ امام بخاری کی کتاب الادب المفرد صحیح مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی منقول ہیں۔ (میزان الاعتدال للذہبی و تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی [illegible]

وغیرھما)

آپ کی فقہ:۔ آپ کی فقہ در حقیقت وہی ہے جو فقہ حنفی ہے کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ نے عرصہ دراز تک آپ سے اور آپ کے والد ماجد سے قرآن و سنت کو سیکھا ہے۔ نیز فریق آخر کی مشہور و معتبر ترین کتاب اصول کافی میں ہے کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے صرف تین مخلص شیعہ بھی نہیں مل پائے اس لئے میں نے اپنا مذہب ان میں سے کسی کو نہیں بتایا۔

آپ ۸۰ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ ہی میں ۱۴۸ھ کو بعمر ۶۸ سال آپ نے وفات پائی اور سنی روایت کے مطابق آپ کی وفات ماہ رجب میں ہوئی۔ آپکا مزار پر انوار مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنۃ البقیع شریف میں ہے (اکمال۔ شواہد النبوۃ وغیرھما)۔ ہم اپنی قسمت پر رشک کرتے ہوئے اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے کہ آپ سمیت جملہ اہل بیت پاک نبوت کی غلامی کا طوق ہمارے گلوں میں ہے۔ وللہ در السعدی حیث قال

خدایا بحقِ بنی فاطمہ
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول
(صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم)

انتساب

فقیر اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے آقا و مولیٰ و شیخ کریم امامِ اہلِ سنّت غزالیٔ زماں حضرت علامہ **سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی** قدس سرہ العزیز کے توسّط سے امامِ اہلِ بیت حضرت **سیّدنا امام جعفر الصادق** رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی اسم گرامی سے منسوب کر کے اسے آپ کے حضور بطور ہدیہ پیش کرتا ہے

آوردہ ام بسوئے دریا صدف۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف

گدائے کوچہ اہل بیت، غلام بارگاہ غوث و رضا و سگ دربار کاظمی

عبدالمجید سعیدی رضوی غفرلہ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز پیر

کونڈوں کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین

سوال۔

پاکستان کے بہت سے دیہات اور شہروں میں یہ عام رواج ہے کہ ہر سال، رجب شریف کی بائیسویں شب کو بوقت سحری ایک مخصوص مقدار کے جمع کردہ سامان خورد و نوش کی گھروں میں عورتیں باوضو ہو کر، حلوہ پوریاں تیار کر کے انہیں عموماً مٹی کے برتنوں میں رکھ دیتی ہیں، پھر اسی جگہ پر ختم شریف پڑھا جاتا ہے جس کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ہدیہ کیا جاتا ہے۔

اس بارے میں بعض جگھوں پر یہ رواج بھی ہے کہ اس محفل میں باوضو عورتیں ہی بیٹھ سکتی ہیں۔ نیز اس کھانے کے تناول کرنے کی اجازت بھی صرف شرکاء محفل کو ہوتی ہے اور اس محفل والے محفل سے اس کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں جانے دیتے۔ علاوہ ازیں یہ بھی شرط لگائی جاتی ہے کہ یہ ساری کاروائی طلوع آفتاب سے پہلے پہلے مکمل ہو جانی چاہیے۔

بعض مقامات پر ختم شریف سے پہلے اس محفل میں ایک کہانی کا پڑھ کر سنانا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے جو

"**داستان عجیب**" کے نام سے مشہور ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ

"مدینہ منورہ میں ایک عیال دار غریب لکڑ ہارا رہتا تھا جو حالات سے تنگ آ کر روزی کمانے کی غرض سے کہیں باہر چلا گیا اور لاپتہ ہو گیا۔ اس کی بیوی رات دن اپنے خاوند کی جدائی اور معاش کی فکر میں اداس اور پریشان رہتی تھی۔ مجبوراً اس نے ایک وزیر کے گھر جاروب کشی کی ملازمت کر لی۔ ایک دن اتفاق سے ۲۲ رجب کو امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ جو

شخص اپنے کسی مقصد کی غرض سے آج کی تاریخ کو (زمانہ حال کے طریق کار کے مطابق) میرے کونڈے کرنے کی منت مانے گا تو اس کی کامیابی کا میں خود ذمہ دار ہوں' اگر کونڈے کرنے کے باوجود اسے اس میں ناکامی ہو تو وہ روز محشر میرا دامن گیر ہو سکتا ہے۔ پس عورت نے یہ سنتے ہی خوشی خوشی فوراً" حضرت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق یہ منت مان لی کہ اگر اس کا خاوند صحیح و سالم اور بامراد ہو کر واپس گھر آگیا تو وہ کونڈے کرے گی۔ پس اس کا یہی منت ماننا تھا کہ چند روز میں اس کا خاوند بہت سا مال و دولت لے کر واپس گھر پہنچ گیا۔ اور اب وہ مالداروں اور امیروں میں شمار ہونے لگے اور انہوں نے وزیر کے گھر کے قریب ایک عالی شان محل بھی بنوایا۔ اس وزیر کی بیوی نے لکڑہارے کی اس عورت سے ان کے اس قدر امیر بن جانے کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ یہ سب کچھ ان کونڈوں کی برکت ہے لیکن اس نے اسے شک کی نگاہ سے دیکھا اور کونڈوں کا انکار کیا۔ جس کی سزا اسے یہ ملی کہ اس کا خاوند عہدہ' وزارت سے معزول کر دیا گیا اور طرح طرح کے غلط الزامات اس پر عائد ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اسے ایک شہزادے کے قتل کے الزام میں پھانسی پر لٹکانے کا شاہی اعلان بھی ہو گیا پھانسی کی رات' میاں بیوی نے اپنے حالات کی خرابی کے بارے میں سوچ بچار کی تو اچانک اس عورت کے ذہن میں آیا کہ اس نے امام جعفر صادق کی کرامت اور کونڈوں کا انکار کیا تھا۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ اسی کا برا اثر ہو۔ پس اس نے اپنی غلطی سے توبہ کر کے اس مصیبت سے نجات ملنے کی صورت میں' کونڈے کرنے کی منت مان لی' چنانچہ اس کا ایسا کرنا تھا کہ صبح کو اس کے خاوند کو اس پر عائد کردہ تمام الزامات سے بری کر کے اسے اس کے عہدے پر دوبارہ بحال کر دیا گیا اور کھوئی ہوئی عزت و عظمت اسے ایک بار پھر حاصل ہو گئی اور بادشاہ نے اس سے معافی بھی مانگی۔"

(انتہیٰ)

لیکن بہت سے مقامات پر اس محفل میں نہ تو یہ کہانی پڑھ کر سنائی جاتی ہے اور نہ ہی مذکورہ بالا شرائط لاگو کی جاتی ہیں۔ لوگ اس عمل کو

" امام جعفر صادق کے کونڈوں " کا نام دیتے ہیں۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ ۲۲ رجب کے کونڈوں کی حقیقت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی از روئے شرع یہ

جائز ہیں یا نہیں؟ نیز

"داستان عجیب" نامی یہ کہانی کس حد تک درست ہے؟

بعض لوگ کونڈوں کے اس عمل کو بدعت، ناجائز اور حرام کہہ رہے ہیں اور اس موضوع پر انہوں نے چند کتابچے بھی شائع کئے ہیں جن میں انہوں نے بائیس رجب کے کونڈوں کے ناجائز ہونے پر بظاہر بڑے مضبوط اور وقیع قسم کے اعتراضات قائم کئے ہیں ان کے اعتراضات کہاں تک درست ہیں؟ نیز ان کتابچوں میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بریلوی مسلک کے علماء نے بھی کونڈوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں مکمل تحقیقی جواب درکار ہے فقط

سائلین۔ (۱) محمد عبداللہ عسکری رضوی، صدر رضا انٹرنیشنل اکیڈیمی محلہ حسین آباد صادق آباد ضلع رحیم یار خاں

(۲) ریاض احمد ریاض سعیدی (ایڈیٹر ماہنامہ جناب عرض)
نوید کلینک۔ رازی روڈ رحیم یار خاں

(۳) حافظ محمد الیاس سعیدی، پروپرائٹر کاظمی کتب خانہ، عقب جامعہ غوث اعظم، رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ و صحبہٖ و تبعہٖ اجمعین

اجمالی جواب

وباللہ التوفیق والتسدید

بائیس رجب کے کونڈے جائز ہیں کیونکہ

(۱) ان کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں "ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرھان"

(۲) کونڈے، ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہیں جس کا حق، جائز اور درست ہونا قرآن وسنت، سلف صالحین کے قول و عمل بلکہ خود کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیرمقلدین) سے بھی ثابت ہے۔ پس ایصال ثواب کا جائز اور ثابت ہونا، کونڈوں کے

جواز اور ثبوت کی دلیل ہے۔

(۳) علاوہ ازیں خود کونڈوں کے مخالفین نے بھی ان کا جواز تسلیم کیا ہے۔
باقی طلوع آفتاب سے پہلے پہل ختم پڑھ لینے، وہاں پر بیٹھ کر کھانے وغیرہ کی تخصیصات سے ان لوگوں کا مقصد اگر یہ ہو کہ انہیں پورا کئے بغیر ایصال ثواب جائز نہیں تو یہ ان کی جہالت ہے جس سے انہیں باز آ جانا اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کونڈوں کا ختم، طلوع آفتاب کے بعد بھی جائز ہے اور اس کے طعام کو ہر مسلمان کھا سکتا ہے خواہ وہ ختم شریف کی اس محفل میں موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح کونڈوں کے موقع پر ایصال ثواب کے لئے شرعاً" طعام کی بھی کوئی مخصوص مقدار مقرر نہیں اور نہ ہی کونڈے از روئے شرع، بائیسویں رجب کے ساتھ خاص ہیں بلکہ وہ اس سے پہلے اور بعد بھی جائز ہیں، لیکن اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو تو پھر اس میں شرعاً" کوئی قباحت نہیں۔

"داستان عجیب" نامی کہانی ایک جھوٹا افسانہ ہے۔ اسے ہرگز نہ پڑھا جائے۔
(بریلوی مسلک کے علماء) علماء اہل سنت میں سے آج تک کسی ایک عالم دین نے بھی حسب بالا کونڈوں کو ناجائز نہیں کہا بلکہ جید قسم کے متعدد سنی علماء کے بائیس رجب کے کونڈوں کے جواز پر نہایت واضح فتوے موجود ہیں۔ مخالفین کا یہ پر فریب مغالطہ ہے۔
مخالفین نے کونڈوں کے خلاف لکھے گئے اپنے ان رسائل میں کونڈوں کے ناجائز ہونے پر کوئی شرعی دلیل پیش نہیں کی اور ان پر انہوں نے جتنے اعتراضات کئے ہیں وہ نہایت درجہ کمزور، بے محل، بے بنیاد اور انتہائی لغو اور لچر ہیں۔ (ان سب کی تفصیل، آئندہ سطور میں "تفصیلی جواب کے" عنوان کے تحت آ رہی ہے)

ایک ضروری وضاحت :۔ لیکن اس سے پہلے یہ وضاحت کر دینا بہت ضروری ہے کہ کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) سے ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف کونڈوں وغیرہ جیسے فروعی اور چھوٹے چھوٹے مسائل کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ان سے ہمارا اصل اختلاف ان کی ان گستاخانہ عبارات کے بارے میں ہے جن میں انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبین و مقربین بالخصوص حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین کی ہے اور اسلام کے بعض بنیادی عقائد (مثلاً" عقیدۂ ختم نبوت) سے

انہوں نے کھلا انحراف کیا ہے اور ان کی وہ گستاخانہ عبارتیں ان کی "تقویۃ الایمان" صراط مستقیم، حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس وغیرہ) کتابوں میں آج بھی جوں کی توں موجود ہیں۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی گستاخانہ عبارات کی بناء پر علماء دیوبند اور غیرمقلدین سے اختلاف کر کے ان پر شرعی فتویٰ صادر فرما کر ان کے قائلین کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا تھا۔ جس کی اس وقت کے حرمین طیبین اور ہندوستان کے سینکڑوں علماء اہل سنت نے پرزور تائید کرتے ہوئے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

حسام الحرمین تمہید ایمان۔ الصوارم الہندیہ اور الحق المبین (وغیرھا)

مخالفین اپنی انہی گستاخانہ عبارات پر، پردہ ڈالنے اور انہیں چھپانے کی غرض سے کونڈوں وغیرہ جیسے فروعی مسائل کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے سنی بھائیوں کو ان کی اس خطرناک سازش سے آگاہ رہنا چاہیے۔

واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

تفصیلی جواب وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ وصحبہٖ و تبعہٖ اجمعین

بائیس رجب کے کونڈے جائز ہیں۔ جس کے بعض دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر1:۔ کونڈوں کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں اور جس امر کے ناجائز ہونے کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، وہ جائز ہوتا ہے پس کونڈے جائز ہوئے۔

اس شرعی اصول کے ثبوت کے لئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف (فتاویٰ رضویہ جلد دوم اور اقامتہ القیامہ غیرھما ملاحظہ ہو) اور یہ کلیہ، کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ (۱) مدرسہ

دیوبند کے پہلے مفتی مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی صاحب سے سوال کیا گیا کہ جو شخص رمضان المبارک میں نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھ سکے وہ نماز وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ اس میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ پیش کیا کہ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اھ (ملخصاً) ملاحظہ ہو (فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص ۱۵۲۔ طبع ملتان)

(۲) اسی طرح نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کے ابتداء میں تسمیہ پڑھنے کے بارے میں بھی انہوں نے جواز کا فتویٰ دے کر اس کی وجہ جواز یہ بتائی کہ چونکہ یہ ممنوع نہیں، اس لئے جائز ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (فتاویٰ دیوبند جلد ۲ ص ۱۴۷-۱۴۸)

(۳) غیر مقلدین کے امام مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے سوال ہوا کہ حلال جانور کے کون کون سے اور کتنے اعضاء حرام ہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ حلال جانور کا کوئی عضو بھی حرام نہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ان کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں (گویا حلال جانور کے کپوروں اور آلات تناسل وغیرھا کا کھانا بھی ان کے نزدیک بلا کراہت درست ہے) ملاحظہ ہو (فتاویٰ نذیریہ جلد ۳ ص ۳۲۰-۳۲۱ طبع اہل حدیث اکادمی لاہور)

خلاصۂ دلیل:۔ ہماری اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جس امر کے ناجائز ہونے کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ وہ جائز ہوتا ہے پھر جب کونڈوں کے ناجائز ہونے کا بھی کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ بھی جائز ہوئے۔ وھو المقصود

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعاً علیحدہ دلیل کی ضرورت کسی امر کے جواز کے لئے نہیں بلکہ اس کے عدم جواز کے لئے ہوتی ہے۔ پس جو، کونڈوں کے ناجائز ہونے کا مدعی ہو، ان کی ممانعت کی واضح شرعی دلیل کا پیش کرنا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔

مطالبہ:۔ مخالفین کے پاس کونڈوں کے خلاف اگر ایسی کوئی دلیل ہے تو وہ اسے پیش کریں۔ اور ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ اگر ہمیں کونڈوں کی ممانعت کی کوئی واضح شرعی دلیل پیش کر دیں تو ہم ان کے ناجائز ہونے کا اعلان کر کے انہیں ترک کر دیں گے۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ کوئی ماں کا لعل، کونڈوں کے

ناجائز ہونے پر قیامت تک قرآن کی کوئی ایک واضح آیت بلکہ ایک صحیح صریح حدیث بلکہ ایک حسن صریح حدیث بلکہ ایک ضعیف حدیث بلکہ اس تفصیل سے کسی صحابی یا تابعی کا قول بلکہ کسی ایک امام مجتہد کا ایسا ایک فتویٰ بھی نہیں دکھا سکتا۔

ے نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دلیل نمبر2:۔ کونڈوں کے جواز کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کونڈے ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہیں یعنی ان کا خلاصہ' حلال طعام کی خیرات اور تلاوت قرآن (وغیرہ عبادات) کا ثواب حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی روح پاک کو ہدیہ کرنا ہے جب کہ ایصال ثواب کا حق' درست اور جائز ہونا قرآن و سنت اور سلف صالحین کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ پس ایصال ثواب کا جائز و ثابت ہونا کونڈوں کے جواز و ثبوت کی دلیل ہے۔ اور قرآن کی وہ تمام آیات' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جملہ احادیث اور صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کے وہ جمیع اقوال و اعمال' کونڈوں کے جواز کی بھی دلیل ہیں جس سے زندہ مسلمان کے نیک عمل اور اس کی عبادت کا فوت شدہ مسلمان کے لئے مفید اور نفع مند ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ایصال ثواب کی حقانیت کے موضوع پر بے شمار علماء اہل سنت متعدد قابل قدر تصانیف لکھ چکے ہیں (جیسے امام اہل سنت اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے رسائل " اتیان الارواح" اور "الحجۃ الفائحہ" نیز حضور مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "انوار ساطعہ" اور حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمتہ کا رسالہ "مسائل ایصال ثواب" جن کے بعد مزید کچھ لکھنے کی تو ضرورت نہیں تاہم یہاں اس کے بعض دلائل کا خلاصہ بیان کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں جو حسب ذیل ہے۔

دلائل ایصال ثواب :۔ چنانچہ (ا) امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح الصدور (عربی ص ۱۲۷ طبع مذکورہ) میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے پارہ ۲۸ کی سورہ حشر کی آیت نمبر۱۰ اس امر کی دلیل ہے کہ زندہ مسلمان کی دعا سے فوت شدہ مسلمان کو نفع پہنچتا ہے اور اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے۔ (ملخصاً)

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی فوت شدہ والدہ کے ایصال ثواب کے لئے اپنا پھلوں کا ایک باغ خیرات کیا۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری عربی جلد ۱ ص ۳۸۷۔ صحیح مسلم عربی جلد ۱ ص ۳۲۴۔ موطا مالک عربی ص ۶۴۸۔ صحیح ابو داؤد عربی جلد ۲ ص ۴۲۔۴۳ صحیح ترمذی عربی جلد ۱ ص ۱۱۳۔ صحیح نسائی عربی جلد ۲ ص ۱۳۲۔۱۳۳ مطبوعات کراچی)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ اسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ سے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے ایک کنواں بھی کھودا اور اس کا نام "بئر امّ سعد" رکھا۔ ملاحظہ ہو (ابوداؤد ص ۲۳۶۔ نسائی ج ۲ ص ۱۳۳۔ فتح الباری جلد ۵ ص ۳۸۹ طبع بیروت)

(۴) امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روشنی میں اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو بدنی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری جلد ۵ ص ۳۹۰ طبع بیروت)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زندہ مسلمان کے صدقہ، خیرات اور حج و اعتاق کا ثواب صرف مسلمان کو پہنچتا ہے کافر کو نہیں پہنچتا۔ ملاحظہ ہو (ابو داؤد عربی جلد ۲ ص ۴۳۔ مشکوٰۃ عربی ۲۲۶۔ شرح الصدور عربی ص ۱۲۹ بحوالہ ابوالشیخ۔ نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۱۸۵ کتاب الوصایا)

(۶) حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک گنہگار مسلمان صرف اپنے نیک بچے کی نیک دعاؤں کی برکت سے جنت میں جائے گا۔ ملاحظہ ہو (مسند احمد۔ مشکوٰۃ ص ۲۰۶۔ نیز شرح الصدور ص ۲۷۔ بحوالہ طبرانی اوسط۔ بیہقی۔ الادب المفرد)

(۷) علامہ علی القاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ "شرح فقہ اکبر" (ص ۱۵۶ طبع سعید کراچی) میں ارقام فرماتے ہیں کہ زندہ مسلمانوں کے نیک اعمال سے وفات یافتہ مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہے۔

(۸) صاحب ہدایہ (ہدایہ اولین ص ۲۷۶ طبع ملتان میں) لکھتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی مسلمان اپنے نیک اعمال "نماز' روزہ' اور صدقہ

وغیرھا" کا ثواب دوسرے مسلمان کے ملک کر دے۔ اھ (اسی طرح شرح فقہ اکبر ص ۱۵۵ اور فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۶۶۶ میں بھی ہے)

(۹) صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۶ (کے حاشیہ ۵ میں بحوالہ "کرمانی" اور "الخیر الجاری" اور نووی شرح مسلم (جلد ۱ ص ۳۲۴ طبع کراچی) میں ہے کہ صدقہ و خیرات کا ثواب، فوت شدہ مسلمان کو پہنچتا ہے۔

(۱۰) امام ابن الہمام حنفی نے فرمایا کہ ایصال ثواب کے ثبوت کی احادیث اس قدر کثیر ہیں کہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ملاحظہ ہو (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۳ ص ۶۶ طبع بیروت)

(۱۱) امام ابن الہمام حنفی، علامہ سعدالدین تفتازانی اور علامہ علی قاری اور علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ صرف ایک گمراہ فرقہ "معتزلہ" ہی ایصال ثواب کا منکر ہے۔ ملاحظہ ہو (فتح القدیر جلد ۳ ص ۶۵) شرح العقائد النسفیتہ ص ۱۷۱، شرح فقہ اکبر ص ۱۵۴ اور ردالمختار جل ۱ ص ۶۶۶)

(۱۲) علامہ علی القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب کے منکر بدعتی ہیں اور ان کا یہ مسلک قرآن و سنت کی روشنی میں مردود ہے۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ص ۱۵۶)

علماء دیوبند اور غیر مقلدین سے اس کا ثبوت :-

علماء دیوبند اور باتحقیق غیر مقلدین بھی ایصال ثواب کے قائل ہیں اور اس بارے میں ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ زندہ مسلمانوں کی تمام عبادات اور جملہ نیک اعمال کا ثواب فوت شدہ مسلمان کو پہنچتا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے چند حوالہ جات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

حوالہ (۱) علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے مشترکہ پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کہتے ہیں کہ دعا کا فائدہ اور خیرات کا ثواب فوت شدہ مسلمان کو پہنچتا ہے۔ ملاحظہ ہو (تذکیر الاخوان ص ۱۵۸ طبع میر محمد کراچی)

(۲) مدرسہ دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب اپنی کتاب تحذیر الناس (ص ۳۴ طبع دیوبند) میں لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لاکھ مرتبہ

اپنا پڑھا ہوا کلمہ شریف ایک فوت شدہ عذاب میں گرفتار مسلمان عورت کی روح کو بخش دیا تو فوراً" اس کی بخشش ہو گئی۔

(۳) مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ایصال ثواب جائز' اچھا کام اور کار ثواب ہے اھ۔ ملاحظہ ہو (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۲۔ ۱۴۵۔ ۱۴۸۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹ طبع محمد علی کارخانہ کراچی)

(۴) وہی گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کو کھانا پکوایا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۱۷

(۵) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (اپنی کتاب اصلی بہشتی جوہر ص ۹۹۱ طبع کراچی میں) لکھتے ہیں کہ از روئے حدیث' تلاوت قرآن کا ثواب فوت شدہ مسلمان کو پہنچتا اور ایصال ثواب کرنا کار ثواب ہے۔

(۶) انہی تھانوی صاحب نے حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر آ کر فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا۔ ملاحظہ ہو (مقدمہ حفظ الایمان ص ۶۴ طبع لاہور)

(۷) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی اپنی کتاب بذل المجھود (عربی جلد ۵ ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ طبع ملتان) میں لکھتے ہیں کہ نماز روزہ حج زکوۃ وغیرھا تمام عبادات کا ثواب فوت شدہ مسلمان کو پہنچتا ہے۔

(۸) مولانا خرم علی وہابی نے اپنے رسالہ نصیحتہ المسلمین (مشمولہ تفویۃ الایمان ص ۲۷۳ طبع کراچی) میں لکھا ہے کہ طعام درود اور فاتحہ کا ثواب پہنچتا ہے اور ایصال ثواب درست ہے۔

(۹) مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے اپنی کتاب دلیل الخیرات (ص ۴۰ طبع کراچی) میں لکھا ہے کہ تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے اور ایصال ثواب ایک جائز اور اچھا کام ہے۔

(۱۰) مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم علماء دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اپنے مشہور رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ (ص ۹ طبع دیوبند) میں لکھتے ہیں کہ ایصال ثواب حق ہے۔

(۱۱) وہی حاجی صاحب اسی رسالہ (کے ص ۸) میں کہتے ہیں کہ گیارہویں شریف'

دسویں، بیسویں، چہلم، ششماہی اور سالیانہ وغیرہ اور ایصال ثواب کے دوسرے تمام طریقے جائز ہیں۔

(۱۲) اسی کے ص ۹ میں انہی حاجی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی اگر وقت میں وسعت ہوئی مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

(۱۳) مولوی سرفراز خاں صاحب دیوبندی گکھڑوی اپنی کتاب راہ سنت (ص ۲۴۸ طبع گوجرانوالہ) میں لکھتے ہیں کہ! جمہور اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ میت کے لئے ایصال ثواب درست ہے خواہ بدنی عبادت ہو خواہ مالی عبادت ہو۔

(۱۴) غیر مقلدین کے پیشوا علامہ وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ ہمارے محققین علماء کے نزدیک فوت شدہ مسلمان کو تلاوتِ قرآن صدقہ و خیرات، نماز، حج، اعتکاف اور ذکر الٰہی وغیرہ تمام نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے۔ ملاحظہ ہو (ہدیۃ المہدی عربی جلد ا ص ۱۰۷ طبع دہلی)

(۱۵) اسی میں ص ۱۱۸ پر ہے کہ فاتحہ مروجہ کا انکار جائز نہیں۔

(۱۶) غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ قرأت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور از روئے دلیل زیادہ قوی بھی یہی ہے۔ قاضی شوکانی (غیر مقلد) نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ نذیریہ جلد ا ص ۷۱۸ طبع اہلحدیث اکادمی لاہور)

(۱۷) اسی کے ص ۷۱۵ میں ہے کہ میت کی طرف سے خیرات کی جائے تو اس کا ثواب میت کو بلاشبہ پہنچتا ہے۔

(۱۸) بلکہ خود کونڈوں کے خلاف لکھے گئے رسائل میں بھی ایصال ثواب کا جائز اور درست ہونا جا بجا تسلیم کیا گیا ہے۔

خلاصۂ دلیل :- کونڈوں کے جواز کے ثبوت میں پیش کردہ ہماری اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ کونڈے ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہیں اور ایصال ثواب کا حق اور جائز ہونا قرآن و سنت اور سلف صالحین کے قول و عمل سے ثابت ہے جو کونڈوں کے جائز

ہونے کی دلیل ہے۔ پھر چونکہ ایصال ثواب کی حقانیت علماء دیوبند اور غیر مقلدین کو بھی مسلم ہے اس لئے اصولی طور پر کونڈے ان کے نزدیک بھی جائز ثابت ہوئے مگر اس کے باوجود ان کا انہیں ناجائز کہنا ایک! سخت حیران کن امر ہے جو ان کے بے جا تعصب کی نشاندہی کرتا ہے۔ (فالمسؤل من اللہ الکریم ان یھدیھم الی الصراط المستقیم)

دلیل نمبر 3:- علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب اپنے مشہور رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ (ص ۸ طبع راشد کمپنی دیوبند) میں لکھتے ہیں کہ حضور غوث پاک کی گیارھویں، حضرت شیخ احمد عبدالحق کا توشہ حضرت بو علی قلندر کی سہ منی، دسویں، بیسویں، چہلم، ششماہی، برسی، حلوائے شب برات اور ایصال ثواب کے دوسرے تمام طریقے جائز ہیں۔ اھ (ملخصاً")

علماء دیوبند کے پیر و مرشد کا یہ فتویٰ بھی کونڈوں کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں انہوں نے ایصال ثواب کے تمام طریقوں کو جائز لکھا ہے جب کہ کونڈے بھی یقیناً" ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہیں۔ پس وہ بلاشبہ جائز ہوئے۔

دلیل نمبر 4:- کونڈوں کے مخالفین نے کونڈوں کو محض اس صورت میں ناجائز لکھا ہے کہ کوئی انہیں واجب سمجھتا ہو۔ چنانچہ مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی آف رحیم یار خاں اپنے "باطل کے ہتھکنڈے" (ص ٦) میں نقل کرتے ہیں کہ "ماہ رجب میں کونڈوں کی رسم واجبی منانا بدعت ہے) ملخصاً")

اسی طرح رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" (ص ۴ طبع کراچی۔ ص ۴ طبع ملتان) میں بھی ہے۔ پس مخالفین کے اس فتویٰ کی رو سے بھی کونڈے جائز ثابت ہوئے کیونکہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اہل علم، کونڈوں کو واجب نہیں سمجھتا بلکہ ہمارے نزدیک وہ محض جواز اور استحباب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ورنہ کیا مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی ہمارے کسی معتمد عالم دین سے ان کا وجوب دکھا سکتے ہیں؟

ایک تازہ سوال کا جواب:- شاید کوئی یہ سوال کرے کہ ہمارے پیش کردہ (ایصال ثواب کے) دلائل میں تو مطلقاً" ایصال ثواب کے جواز کا بیان ہے۔ ان میں بائیس رجب کے کونڈوں کا کوئی واضح ذکر تو نہیں ہے، پس ان سے کونڈے کیسے جائز

ثابت ہوئے؟

تو جواباً" عرض ہے کہ سائل معترض کا منشاء اس سے یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز کے شرعاً" ثابت ہونے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ قرآن و سنت میں وضاحت کے ساتھ اس کی موجودہ شکل سمیت اس کا نام لے کر اسے جائز کہا گیا ہو جو درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کسی امر کے جواز کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہوتا ہے کہ دلائل شرعیہ کے عموم و اطلاق کے ضمن میں اس کی اصل پائی جاتی ہو بشرطیکہ کوئی علیٰحدہ دلیل شرعی اس کے اس حکم سے خارج ہونے پر بھی قائم نہ ہو۔ پس جب کونڈوں کی اصل بھی ایصال ثواب کے دلائل کے عموم و اطلاق سے ثابت ہے اور کوئی علیٰحدہ دلیل شرعی بھی کونڈوں کے اس سے خارج ہونے پر قائم نہیں تو ان کے جواز کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے لئے مزید کسی علیٰحدہ دلیل کی حاجت نہ رہی جس کا مطالبہ محض سینہ زوری کی سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

ہمارا بیان کردہ یہ کلیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری (جلد ۱۳ ص ۲۵۳-۲۵۴ طبع بیروت) میں مذکور اور البحر الرائق کے حوالہ سے رد المحتار (جلد ۱ ص ۶۱۸ طبع کوئٹہ) سے بھی مستفاد ہے۔

اور یہ ایک ایسا کلیہ ہے جو کونڈوں کے مخالفین (علماء دیوبند اور غیر مقلدین) کو بھی مسلم ہے۔ اس کی چند مثالین حسب ذیل ہیں۔ چنانچہ

(۱) دیوبندی مسلک کے پیشواء مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا کہ صوفیاء کرام کے اشغال اور مخصوص طریقوں سے ازکار (جو موجودہ شکل کی رو سے کہیں ثابت نہیں) جائز ہیں یا ناجائز؟ اسی طرح ان سے سوال ہوا کہ مشکلات کے آسان ہونے کی غرض سے بخاری شریف کا ختم کرانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے ان سوالوں کا یہ جواب دیا کہ اگرچہ ان چیزوں کا صراحت کے ساتھ نام یا ان کی موجودہ شکل کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں تاہم یہ جائز ہیں کیونکہ ان کی اصل (جو ذکر الٰہی ہے) شریعت میں پائی جاتی ہے۔ اھ (ملخصاً") ملاحظہ ہو (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۴۷-۱۴۴ طبع محمد علی کارخانہ کراچی)

(۲) مدرسہ دیوبند کے پہلے مفتی مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی سے پوچھا گیا کہ عیدین کی نمازوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ وضاحت کے ساتھ اس کا کوئی ایسا خصوصی ثبوت نہیں جس میں نام لے کر عیدین کے بعد دعا

مانگنے کو جائز کہا گیا ہو۔ مگر ہے جائز کیونکہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ جس میں عیدین کی نمازیں بھی شامل ہیں جب کہ کسی علیٰحدہ دلیل سے عیدین کی نمازوں کا اس حکم سے مستثنیٰ ہونا بھی ثابت نہیں اھ (ملخصا) ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ دیوبند جلد ۵ ص ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۰۲۔ ۲۳۱۔ ۱۸۸۔ ۱۹۰ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) اسی طرح جب غیر مقلدین سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ کے طریقہ کار کے مطابق تراویح پڑھنے کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت نہیں۔ یعنی اس طرح کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعداد رکعات کے اختلاف سے قطع نظر) پورے رمضان المبارک میں تراویح پڑھی ہو اور اس میں قرآن مجید کا بھی ختم کیا ہو۔ پھر یہ کیوں ناجائز نہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک اس کی موجودہ شکل کہیں ثابت نہیں لیکن اس کے باوجود پورے رمضان میں تراویح بھی جائز اور اس میں پورا ختم قرآن بھی درست ہے کیونکہ اس کی اصل ثابت ہے اور وہ ہے تلاوت قرآن اور نماز کا' کار ثواب ہونا۔ جب کہ کسی دوسری دلیل سے اس کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔

(۴) دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب بہشتی گوہر (۷۔۹۳) میں ہے :۔ بعد نماز عیدین کے (یا خطبہ کے بعد) دعا مانگنا گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے۔ اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہو گا۔

خلاصہ مبحث :۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کی اصل کے شریعت مطہرہ سے ثابت ہو جانے کے بعد (علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ) اس کے جواز کے ثبوت کے لئے مزید کسی علیٰحدہ دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ پس کونڈوں کی اصل (ایصال ثواب) کا ثابت ہونا ان کے جواز کے ثبوت کے لئے کافی ہے جس کے بعد کسی علیٰحدہ خصوصی دلیل کی ہرگز حاجت نہیں جب کہ ان کی ممانعت کی بھی کوئی شرعی دلیل نہیں۔

تخصیصات کا حکم :۔ بائیس رجب کے کونڈے ہوں یا ایصال ثواب کا کوئی اور طریقہ ہو ان میں سے کسی کے جائز ہونے کے لئے شریعت مطہرہ نے نہ تو کسی تاریخ کو لازمی قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کے لئے مخصوص ذائقہ والی کوئی

مخصوص مقدار کی طعام کا ہونا شرط کیا ہے بلکہ شرعاً" ایصال ثواب ہر حلال طعام پر ہر وقت درست ہے۔ اسی طرح شریعت نے یہ بھی ضروری نہیں کیا کہ اس کے طعام کو کسی خاص قسم کے (مٹی وغیرہ کے) برتنوں میں رکھ کر اس پر ختم شریف پڑھا جائے، بلکہ تمام جائز برتنوں میں اسے رکھا جا سکتا ہے۔

یونہی شریعت نے یہ بھی لازم نہیں کیا کہ اسے صرف مخصوص لوگ مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کھائیں بلکہ ختم شریف کی محفل کے شرکاء و غیر شرکاء تمام مسلمانوں کو شرعاً" اس کے کھانے کی اجازت ہے۔

نیز شرعاً" یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ختم شریف طلوعِ آفتاب سے پہلے ہو بلکہ وہ دوسرے تمام اوقات میں بھی جائز ہے۔ اگر کوئی کونڈوں کے جواز کو ان تخصیصات پر موقوف سمجھتا ہے تو یہ اس کی شدید جہالت اور سخت نادانی ہے جس سے اسے باز آ جانا لازم ہے مگر اس کے اس غلط نظریہ کی وجہ سے کونڈے ناجائز نہیں ہو جائیں گے جیسا کہ بعض معاندین کا غلط خیال ہے۔ اس کی تائید علماء دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اس جیسی تخصیصات کے بارے میں اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ (ص ۷ طبع دیوبند) میں لکھتے ہیں کہ "رہا عوام کا غلو؟ اولاً" اس کی اصلاح کرنی چاہیئے، اس عمل سے کیوں روکا جائے۔ ثانیاً" ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا" اھ بلفظہٖ۔

ہاں! اگر ان تخصیصات کا اہتمام کسی جائز مقصد کے پیش نظر ہو مثلاً" ایصال ثواب کے لئے تاریخ اس لئے مقرر کی کہ دوست و احباب کا اجتماع سہولت سے ہو جائے گا اور اس میں تلاوت قرآن وغیرہ بھی بکثرت اور آسانی سے ہو سکے گی۔ اس میں صرف نیک آدمی اس لئے بلائے کہ ان کی برکت سے وہ محفل بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو سکے۔ جگہ اس لئے مخصوص کی کہ اس میں فقراء مومنین کو پر احترام طریقے سے بٹھایا جا سکے۔ میٹھا طعام (حلوہ پوریاں وغیرہ) اس لئے تیار کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ اور آپ کی پسند یقیناً مؤمن کی بھی پسند ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنی اللہ کی راہ میں جب تک اپنی پسند کی چیز خرچ نہ کرو تمہیں اصل نیکی ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی۔ اور مٹی کے برتن اس لئے مخصوص کئے کہ حدیث میں ان کی فضیلت آئی ہے۔ سحری کا وقت اس لئے

مقرر کیا کہ وہ بے حد قبولیت اور خاص رحمت الٰہی کے نزول کا وقت ہے (وغیرہ) تو پھر اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں بلکہ اس حسن نیت کے باعث حصول اجر کی بھی امید ہے۔ (فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانویٰ) جب کہ اہل سنت بھی اس جیسی تخصیصات کا اہتمام انہی شرعی مصالح کی بناء پر کرتے ہیں جنہیں غلط رنگ دے کر پیش کرنا سراسر زیادتی اور سنی مسلمانوں کے ساتھ عناد اور سخت سوء ظنی ہے۔ (و ذٰلک اثم کبیر)

داستان عجیب :۔ البتہ اس موقع پر "داستان عجیب" نامی جو کہانی پڑھی جاتی ہے اسے ہرگز نہ پڑھا جائے کیونکہ یہ ایک بے اصل، غیر ثابت اور جھوٹی کہانی ہے۔ اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصل محبت بھی یہی ہے کہ جیسے ان کا لقب "الصادق" ہے (آپ سچائی اور صدق و صفا کا پیکر "کذب اور باطل کے ہتھکنڈوں کا مکمل توڑ کرنے والے" تھے اس لئے) آپ کے بارے میں صدق ہی بیان ہو۔ چنانچہ (امام اہل سنت شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل) حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب بہار شریعت (جلد ۲ حصہ ۱۶ ص ۲۰۳ طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور) میں ۲۲ رجب کے کونڈوں کے موقع پر پڑھی جانے والی اس کہانی کے بارے لکھتے ہیں "اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام "داستان عجیب" ہے اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ وہ نہ پڑھی جائے۔ فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کریں" اھ۔

اسی طرح شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "جنتی زیور" (ص ۳۸۹۔۳۹۰) میں بھی ہے۔

ازالۂ وہم :۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کونڈوں کے بارے میں ایک من گھڑت کہانی بنا دی گئی ہے تو اس سے کونڈے بھی ناجائز ہو گئے کیونکہ شریعت مطہرہ سے کسی امر کی اصل کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کے متعلق کسی واقعہ کے گھڑ لئے جانے سے اس کے جواز پر شرعاً کچھ اثر نہیں پڑتا جب کہ کونڈوں کی اصل بھی شریعت سے ثابت ہے۔ جو ایصال ثواب ہے (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مفصل گزر چکا ہے) پس "داستان عجیب" کہانی کے گھڑ لئے جانے سے از روئے شرع کونڈوں

کے جواز پر کچھ اثر نہیں پڑا۔

اس امر کی وضاحت امام علامہ السید احمد الطحطاوی الحنفی رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ در مختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "الموضوع لایجوز العمل بہ بحال ای حیث کان مخالفا" لقواعد الشریعتہ اما لو کان داخلافی اصل عام فلا مانع منہ لالجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام" یعنی من گھڑت حدیث اگر قواعد شریعت کے خلاف ہو تو اس پر کسی طرح عمل جائز نہیں لیکن اگر اس کا مضمون شریعت کے کسی عام قانون کے تحت آتا ہو تو اسے حدیث سمجھ کر نہیں بلکہ اس کے مضمون کے اس قانون عام کے تحت داخل ہونے کے باعث (اس کی نوعیت کے مطابق) اس پر عمل جائز ہے اھ۔ ملاحظہ ہو (فتاوی افریقہ ص ۵۰-۵۱) طبع مدینہ کمپنی کراچی) از امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ)

خلاصہ یہ کہ "داستان عجیب" کہانی کے گھڑ لئے جانے سے کونڈوں کے جواز پر از روئے شرع کوئی اثر نہیں پڑتا اور کسی جائز امر کے متعلق کسی واقعہ کے گھڑ لئے جانے کو اس کے عدم جواز کی دلیل سمجھنا' دعویٰ بلا دلیل ہے جو کسی طرح مسموع نہیں۔

کونڈے علماء اہلسنت کی نظر میں:۔ علماء اہلسنت پر یہ بہت بڑا افتراء ہے کہ انہوں نے کونڈوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے متعدد علماء و اکابرین اہل سنت نے قولا" و عملاً ان کے جائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ

(۱) اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد و خلیفہ حضرت صد الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۶ ص ۲۰۳ میں۔

(۲) امام اہل سنت حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں۔

(۳) اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ کے تلمیذ و خلیفہ حضرت صدر الا فاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں۔

(۴) امام اہلِ سنت مفتیٔ اعظم حضرت مولانا سید ابوالبرکات احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے

رسالہ "رضوان" لاہور مجریہ جنوری ۱۹۵۶ء میں۔
(۵) حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اسلامی زندگی" میں۔
(۶) شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جنتی زیور" میں۔
(۷) حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی رحمتہ اللہ علیہ مؤلف ہمارا اسلام نے اپنی کتاب "سنی بہشتی زیور" میں۔
(۸) اہل سنت کے نامور اہل علم خطیب حضرت مولانا حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "ثواب العبادات" میں۔
(۹) حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب رضوی نے اپنے ماہنامہ رسالہ "رضائے مصطفیٰ" (مجریہ شعبان ۱۴۰۲ھ) میں بائیس رجب کے کونڈوں کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔
علاوہ ازیں (۱۰) حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی نے بھی کونڈوں کو جائز کہا ہے نیز۔
(۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب رضوی صدر مدرس دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف۔
(۱۲) اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کا چشم و چراغ حضرت مولانا محمد توصیف رضا خان صاحب قادری بریلوی اور۔
(۱۳) خانقاہ امام اہل سنت فاضل بریلوی کے سجادہ نشین اور آپ کے قائم کردہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم حضرت مولانا محمد سبحان رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے اپنے مکاتیب میں بائیس رجب کے کونڈوں کو نہ صرف جائز کہا ہے بلکہ انہیں بریلی شریف کے علماء اہل سنت اور اپنے خاندان کا معمول بھی بتایا ہے اور پاکستانی دیوبندیوں وہابیوں کے اس قول پر سخت حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے سراسر افتراء قرار دیا ہے کہ بریلوی علماء بھی کونڈوں کو ناجائز کہتے ہیں۔ اھ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔"

(اشتہار "کونڈوں کی فضیلت" شائع کردہ مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد حسن علی صاحب رضوی بریلوی آف میلسی)

نیز (۱۴) راقم الحروف ۱۹۸۶ء والے ماہ رجب میں اپنے مرشد کریم امام اہل سنت، غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے دولت کدہ پر ملتان حاضر تھا۔ بائیسویں رجب کو طلوع آفتاب کے بعد آپ کے گھر کونڈوں کا ختم دلایا گیا۔ آپ نے کونڈوں کا طعام خود بھی تناول فرمایا اور ہمیں بھی کھلایا۔ دریں اثناء وہاں پر موجود ہمارے ایک پیر بھائی نے حضرت سے کونڈوں کے بارے میں لوگوں کی مقرر کردہ تخصیصات کے حوالہ سے سوالات کر کے ان کی شرعی حیثیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ "ہمارے نزدیک کونڈے ایصال ثواب ہونے کی وجہ سے جائز ہیں۔ باقی یہ تخصیصات شرعاً" کچھ ضروری نہیں اور نہ ہی ہم ان کے پابند ہیں" (اللفظ منی و المعنی منہ رحمۃ اللہ تعالی حسب حفظی)

اور بندہ کی معلومات کے مطابق اب بھی حضرت کے گھر ہر سال ۲۲ رجب کو کونڈے کئے جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ علماء و اکابرین اہل سنت بائیس رجب کے کونڈوں کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان میں سے آج تک کسی نے بھی انہیں ناجائز نہیں کہا پس کونڈوں کے عدم جواز کے فتویٰ کی ان سے نسبت کرنا سفید جھوٹ اور ان پر بہت بڑا افتراء اور بہتان عظیم ہے۔

مغالطہ کی حقیقت:۔ کونڈوں کے خلاف لکھے گئے جن بعض رسائل میں مخالفین نے یہ ظاہر کیا ہے کہ بریلوی علماء نے بھی کونڈوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے (جیسا کہ ملتان سے شائع کردہ دیوبندیوں کا رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" اور رحیم یار خان کے دیوبندی مولوی محمد یوسف صاحب کے "باطل کے ہتھکنڈے" میں ہے) اس کی حقیقت یہ ہے کہ جن علماء کو انہوں نے بریلوی علماء کہا ہے وہ محض اس معنیٰ میں بریلوی ہیں کہ ان کی سکونت بریلی شہر میں تھی (جیسے شاہ اسمٰعیل دہلوی وہابی کے پیر سید احمد کو بریلی کا باشندہ ہونے کی نسبت سے "سید احمد بریلوی" کہا جاتا ہے) اور واقع میں ان علماء کا

تعلق دیوبندی مسلک سے ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ہم عقیدہ و ہم مسلک ہو۔ اور اس سے مخالفین کا مقصد، محض سنی عوام کو یہ پر فریب مغالطہ دینا ہے کہ وہ "بریلوی" کے لفظ سے دھوکا کھا کر انہیں اپنے علماء سمجھ لیں اور کونڈوں کے عدم جواز کے قائل ہو جائیں۔ اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص دیوبند کی بستی میں رہنے والے سنی علماء سے دیوبندیوں کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو جی دیوبندیوں کو خود دیوبندی علماء بے ایمان قرار دے رہے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جن لوگوں کو ان رسائل میں "بریلوی علماء" کہا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولوی عبدالحفیظ بلیاوی صاحب (۲) مدرسہ مصباح العلوم بریلی کے مولوی سید محمد مبارک علی صاحب (۳) دارالعلوم سرائے خام بریلی کے مولوی محمد یاسین صاحب اور (۴) مولوی محمد عبدالرحمن صاحب، مولوی عبدالحفیظ صاحب بلیاوی کے مسلکاً" دیوبندی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے "مصباح اللغات" نامی عربی لغت کی ایک ڈکشنری لکھ کر اسے مدرسہ دیوبند سے منسوب کیا اور اپنی اس کاوش کو مدرسہ دیوبند کا "فیض صحبت" قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (مصباح اللغات ص ۳) یہ کتاب مارکیٹ میں عام ملتی ہے۔

نیز موصوف نے اپنی اسی کتاب کے دیباچہ (ص ۲) میں کہا ہے کہ وہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی میں دس سال پڑھاتے رہے ہیں اور ان کی اس کتاب کا نام "مصباح اللغات" بھی اسی مدرسہ کی نسبت سے ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ موصوف مسلکاً" دیوبندی ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی بھی دیوبندی مکتب فکر کا ادارہ ہے۔ جس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مولوی محمد مبارک علی اور مولوی عبدالرحمٰن بھی مسلکاً" دیوبندی ہیں کیونکہ وہ اس مدرسہ سے منسلک اور مولوی عبدالحفیظ بلیاوی کے مسلکی ساتھی ہیں۔

رہے دارالعلوم سرائے خام بریلی کے مولوی محمد یاسین صاحب؟ تو ان صاحب کا تعلق بھی دیوبندی مسلک سے ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا

سردار احمد صاحب لائل پوری رحمتہ اللہ علیہ کے تلمیذ ارشد حضرت مولانا محمد جلال الدین صاحب قادری دامت برکاتہم (آف کھاریاں) موصوف کا تعارف کراتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ یہ خود کو سنی ظاہر کر کے بریلی شریف میں گھسے تھے اور از راہ منافقت لوگوں کو یہ جھانسہ دے کر کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی حمایت کے لئے یہاں آئے ہیں' انہوں نے سرائے خام بریلی میں "مصباح التہذیب" نامی ایک مدرسہ بھی کھول لیا۔ انہیں سنی سمجھ کر' اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور فاضل ترین شاگرد مولانا ظفر الدین صاحب بہاری بھی زمانہ طالب علمی میں کچھ عرصہ ان کے پاس پڑھتے رہے۔ پس انہوں نے اپنے قدم جمالئے تو دیوبندی عقائد کی حمایت میں کھل کر سامنے آ گئے۔ دریں اثناء انہوں نے علماء اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا۔ جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبول کر کے ان کے مدمقابل بنے اور ان سے مناظرہ کر کے انہیں ذلت آمیز شکست دی۔ (آپ اس وقت' بریلی شریف میں رہتے تھے) شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمتہ اس کے عینی شاہدوں میں سے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ منظر اسلام بریلی کی بنیاد بھی انہیں مولوی محمد یاسین صاحب سرائے خامی کے خرابی پھیلانے کے بعد رکھی گئی تھی۔ (انتہیٰ) ملخصاً"

ملاحظہ ہو۔ (تذکرہ محدث اعظم جلد ا ص ۹۷ ص ۳۵۳ طبع مکتبہ قادریہ لاہور)

خلاصہ یہ کہ کونڈوں کے خلاف لکھے گئے رسائل میں جن لوگوں کو "بریلوی علماء" کہہ کر کونڈے کے خلاف ان میں ان کے فتوے نقل کئے گئے ہیں وہ مسلکاً" دیوبندی ہیں۔ بریلوی مسلک سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور وہ "بریلوی" محض اس معنیٰ میں ہیں کہ ان کی سکونت' بریلی شہر میں تھی۔ اور اس کاروائی سے مخالفین کا مقصد محض سنی عوام کو یہ خوبصورت مغالطہ دینا ہے کہ وہ "بریلوی" کے لفظ سے دھوکا کھا کر اپنے سنی علماء کو بھی (امام جعفر صادق کے ختم شریف) کونڈوں کا مخالف سمجھتے ہوئے خود بھی ان کے عدم جواز کے قائل ہو جائیں۔ پس یہ ان کا ایک ایسا دجل و فریب' مغالطہ و تلبیس اور بہت بڑا جھوٹ ہے جس پر جتنی بار لعنت کی جائے کم ہے۔

اصل مجرم :- اور یہ ہاتھ کی صفائی' سب سے پہلے' بریلی شہر کے دیوبندی مدرسہ

مصباح العلوم کے مدرس اور رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" کے مؤلف جناب مولانا محمود الحسن بدایونی دیوبندی نے دکھائی پھر بعد کے دیوبندی علماء اسے نہایت ہی نفع بخش اور موثر ہتھیار پا کر سنی عوام پر وار کرتے چلے آئے۔ مولانا موصوف کے مسلکاً دیوبندی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ "وہابی کی پہچان بی جماعت کی زبانی" (ص ۱۴-۱۵ طبع مکتبہ تھانوی بندر روڈ کراچی) میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگان دین پر نہایت ہی خبیث اور گھناؤنے انداز میں تنقید کی ہے۔

کورانہ تقلید:- یہاں رحیم یار خاں کے دیوبندی فاضل مولوی محمد یوسف صاحب نے بھی مولوی بدایونی مذکور کی کورانہ تقلید کرتے ہوئے اپنے رسالہ "باطل کے ہتھکنڈے" میں ان فتووں پر "دیوبندی اور بریلوی علماء کرام کے متفقہ فتوے" کا پرفریب اور گول مول عنوان قائم کر کے سنی عوام کو یہی مغالطہ دینے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ کیا مولانا موصوف، قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یہ حلفیہ بیان دے سکتے ہیں کہ واقعی بریلوی مسلک کے کسی عالم دین نے کونڈوں کو ناجائز کہا ہے؟ حیرت ہے اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے موصوف کو بھی احساس تک نہ ہوا۔

خوف خدا، نہ شرم نبی
یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

ہمارا سوال:- پس مخالفین سے ہمارا سوال ہے کہ جن علماء کو انہوں نے اپنے ان رسائل میں "بریلوی علماء" کہا ہے۔ وہ اگر مسلکاً بریلوی نہیں ہیں (اور حقیقت بھی یہی ہے) تو انہوں نے سنی عوام کو لفظ بریلوی سے دھوکا دینے کی کوشش کیوں کی؟ اور اگر وہ مسلکاً بریلوی ہیں تو انہوں نے انہیں "اہل سنت و جماعت" اور "علماء کرام" کیوں کہا؟۔ کیونکہ وہ تو بقول ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شان کے ماننے کے جرم کی وجہ سے معاذ اللہ ان کے نزدیک مشرک ہیں؟ کیا کسی مشرک کو "اہل سنت" اور "کریم" کا عزت افزاء لقب دینا شرعاً جائز ہے۔

کونڈوں کے خلاف لکھی گئی تحریرات کی تفصیل

بائیس رجب کے کونڈوں کے خلاف شائع کئے گئے کتابچے اور پوسٹرز جو اس وقت فقیر کے سامنے ہیں۔ حسب ذیل ہیں۔

(۱) "۲۲ رجب کے کونڈوں کی حقیقت' علماء اہل سنت و الجماعت کے منفقہ فتووں کی روشنی میں"
یہ بتیس صفحات کا ایک رسالہ ہے جو مکتبہ منہاج السنہ (اندرون دہلی گیٹ ملتان) والوں نے شائع کیا ہے۔ اس رسالہ کے مؤلف مولوی محمود الحسن بدایونی صاحب ہیں جن کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے ہے۔ ان کا یہ رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" کے عنوان سے کراچی سے شائع ہوا ہے جسے مکتبہ معاویہ لیاقت آباد کراچی ۱۹ نے شائع کیا ہے۔

(۲) "کونڈوں کی حقیقت" رسالہ ۱۶ صفحات کا ایک بے ٹائٹل کتابچہ ہے جس پر نہ تو اس کے مؤلف کا نام درج ہے اور نہ ہی اس پر اس کے شائع کرنے والوں کا کوئی نام پتہ لکھا ہے۔ البتہ اس کے ایک کونے میں ثبت شدہ مہر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے دیوبندی تنظیم انجمن سپاہ صحابہ نے یہاں رحیم یار خان میں تقسیم کیا ہے۔

(۳) "بائیس رجب کے کونڈے اور ان کی حقیقت" یہ ایک اشتہار ہے جو دیوبندی تنظیم انجمن تحفظ حقوق اہل سنت جلال پور پیروالا (ضلع ملتان) کی جانب سے شائع کیا گیا ہے۔

(۴) "باطل کے ہتھکنڈے اور بائیس رجب کے کونڈے" یہ آٹھ صفحوں کا ایک پمفلٹ ہے۔ جسے مکتبہ سبحانیہ (بانو مارکیٹ رحیم یار خان) والوں نے شائع کیا ہے۔ اس کے مؤلف یہاں رحیم یار خاں کے جناب مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی ہیں۔ جو زیادہ تر چک ۸۸ کے ایڈریس سے پہچانے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ مذکورہ الصدر پہلے اور اس آخری رسالہ میں کونڈوں کے خلاف بعض غیر مقلدین کے فتوے بھی درج ہیں۔ اس لئے ہم نے بھی اپنی اس جوابی کاروائی میں دونوں فریقوں (دیوبندیوں اور غیر مقلدوں) کو سامنے رکھا ہے۔

مختصر تبصرہ:- ان رسائل اور پوسٹرز میں کونڈوں کے عدم جواز پر کوئی وزنی اور شرعی دلیل قائم کرنے کی بجائے محض مغالطہ آفرینی فریب دہی اور کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ حیرت تو جناب مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی پر ہے کہ (اپنے حلقہ احباب میں اہل علم سمجھے جانے کے باوجود) انہوں نے بھی اس بارے میں علمیت سے دور محض عامیانہ طرز استدلال اپنایا ہے۔ پھر حیرت در حیرت یہ کہ انہوں نے اپنا کوئی ذاتی علمی جوہر دکھانے کی بجائے' اپنے اس پمفلٹ میں زیادہ تر لفظ بہ لفظ مواد اول الذکر رسالہ سے نقل کیا اور اسے اپنا تصنیفی کارنامہ بنا کر اپنے نام سے شائع کرا دیا مگر بطور حوالہ اس کا نام لینے تک کو گوارہ نہ کیا۔ اسے علماء کی اصطلاح میں سرقہ کہا جاتا ہے جو بہت بڑی علمی خیانت اور اہل علم کے لئے کلنک کے ٹیکہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر تعجب خیز بات یہ بھی ہے کہ پوری طرح نقل اتارنے میں بھی وہ بری طرح ناکام رہے ہیں۔ مثلاً" اول الذکر رسالہ میں منقول' کونڈوں کے خلاف فتویٰ کے مصدقین میں ایک نام "عبدالقہار" بھی ہے لیکن مولانا موصوف نے اپنے باطل کے ہتھکنڈے کے تمام ایڈیشنوں میں اسے "عبدالجبار" نقل کیا ہے۔ فیا للعجب و لضیعۃ الادب

نیز مشہور تو ہے کہ موصوف ایک قابل مدرس' بلند پایہ مصنف اور ماہر مناظر بھی ہیں مگر ان کے اس پمفلٹ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقت کچھ اس کے برعکس ہے۔ اور یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ پاکستانی نژاد ہونے کے باوجود موصوف کو ابھی اپنی قومی زبان اردو کے صحیح پڑھنے لکھنے پر بھی مکمل عبور حاصل نہیں۔ جس کی ایک واضح مثال ان کا یہ بے ربط سا جملہ بھی ہے جو ان کے اس پمفلٹ کے تمام ایڈیشنوں کے صفحہ ۲ میں ہے۔ چنانچہ وہ ایک مشہور حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جس سے خدا بھلائی کا ارادہ فرما لے اسے دین کی فقاہت اور سمجھ عنایت فرما دیتے ہیں"

اس جملہ کی بے ربطی نہایت درجہ عیاں ہے کہ اس کے جزو اول میں ایک ہی ذات کے لئے واحد کا صیغہ اور اس کے جزو ثانی میں انہوں نے اسی کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جو محاورہ کے قطعاً" خلاف ہے۔

علاوہ ازیں یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے دو جزو ہوتے ہیں۔ اور ان کا آپس میں

ربط ہوتا ہے مگر موصوف نے اس کے دوسرے جزو کے فعل (یفقه) کی ضمیر، ترجمہ میں لفظ اللہ کی جانب نہ لوٹا کر اس کے ربط کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟

پھر غور سے دیکھا جائے تو خود موصوف کے اس رسالہ کا نام بھی بے ڈھنگا ہے۔ قاری کو اس کے ان "باطل کے ہتھکنڈے اور بائیس رجب کے کونڈے" کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا اور اس کے ذہن کی یہ تشنگی باقی رہ جاتی ہے کہ آخر "باطل کے ہتھکنڈوں اور بائیس رجب کے کونڈوں" کو ہے کیا؟ جس کی وضاحت کے لئے اس بے ربط نام میں کوئی اشارہ نہیں رکھا گیا۔ پھر "باطل کے ہتھکنڈے" اور "بائیس رجب کے کونڈے" کے الفاظ کے درمیان لفظ "اور" نے آ کر جو طبع سلیم کے لئے ثقل پیدا کیا ہے وہ بھی کسی طرح محتاج بیان نہیں۔ تعجب ہے کہ اس قدر علمی و نحوی کمزوریوں کے باوجود ان کے ہوا خواہ انہیں "حضرت شیخ النحو" کا لقب دیتے ہیں مگر قرائن و شواہد نے واضح کر دیا ہے کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

ان رسائل کا مقصد تالیف:۔ کونڈوں کے خلاف لکھے گئے ان رسائل کی تالیف سے مخالفین کا مقصد شریعت مطہرہ کے کسی شعبے کی خدمت کرنا نہیں بلکہ اس سے ان کی اصل منشا، کسی نہ کسی بہانے امام اہل بیت حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کو بند کرانا ہے جس کی

(۱) ایک دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ، اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کے بدترین دشمن، امام حسین کے قاتل یزید پلید (علیہ ما علیہ) کے حامی اور اس کے قصیدہ خوانی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ مولوی بدایونی کے رسالہ کونڈوں کی حقیقت (ص ۳ طبع ملتان و کراچی) اور مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی کے "باطل کے ہتھکنڈے" (ص ۵ مکتبہ سبحانیہ رحیم یار خاں) میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس طرح لکھا ہے "شیعوں کے امام جناب جعفر صادق" اور یزید پلید سے اظہار عقیدت کے طور پر رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" (ص ۲۵-۲۶ طبع ملتان) میں

یوں لکھا ہے (حضرت معاویہ کے لائق فرزند حضرت یزید ۔ رحمتہ اللہ علیہ) (حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید" اھ۔ ملخصا"

(۲) اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے فتوٰی کے مطابق ہندوؤں کی مشرکانہ رسوم کے موقع پر بنائی گئی ان کے پلید ہاتھوں کی کھیلوں اور پوریوں کا کھانا' اسی طرح ہندو کے سودی پیسوں سے لگائی گئی سبیل کا پینا بھی جائز ہے' یونہی شہروں اور بستیوں میں عام پھرنے والے حرام خور خبیث کوّے کا کھانا بھی ان کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر' شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسین مرتضٰی رضی اللہ تعالی عنہ کے ایصال ثواب کے لئے مسلمان کی حلال کمائی کی لگائی گئی سبیل کا دودھ یا شربت پینا پلانا ان کے نزدیک سخت ناجائز اور حرام ہے (والعیاذ باللہ) ملاحظہ ہو۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۱۲۰۔ ۵۸۳ طبع محمد علی کراچی)

یہ حوالہ جات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ کونڈوں کے مخالفین' یزید کے حامی اور اہل بیت کرام کے بارے میں غیر مخلص ہیں۔ پس ایسی صورت میں (اہل بیت کرام کے چشم و چراغ امام جعفر صادق کے ایصال ثواب) کونڈوں کے خلاف لکھے گئے ان کے یہ رسائل نیک نیتی پر مبنی کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان میں اٹھائے گئے' کونڈوں پر ان کے اعتراضات میں سے کوئی ایک اعتراض بھی کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں (جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے)

کونڈوں پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات

ان رسائل اور پوسٹروں میں کونڈوں پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں (یا کئے جا سکتے ہیں) ان کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:۔ چنانچہ کونڈوں کے مخالفین کا کہنا ہے کہ کونڈے کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور ائمۂ کرام سے ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے جس کی وضاحت خود کونڈوں کے لفظ سے بھی ہو رہی ہے کیونکہ یہ لفظ

قرآن و سنت اور دین کی قدیم عربی کتابوں میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ کونڈے بدعت ہیں۔

جواب نمبر۱:۔ (الزامی) مولوی محمود الحسن بدایونی دیوبندی نے اپنے رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" (ص ۳ طبع ملتان ص ۲۔۳ طبع کراچی) اور مولوی محمد یوسف دیوبندی آف رحیم یار خان نے اپنے "باطل کے ہتھکنڈے" (ص ۵) میں کونڈوں کو "بدعت محدثہ ممنوعہ" کہا ہے۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہوا کہ ہر بدعت' ممنوع اور ناجائز نہیں ہوتی بلکہ کچھ بدعتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بدعت ہونے کے باوجود جائز ہوتی ہیں جو اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ کونڈوں کو صرف بدعت کہہ دینے سے ان کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہو جائے گا بلکہ ان کی ممانعت کے ثبوت کے لئے علیحدہ واضح دلیل شرعی درکار ہے۔ پس ہمارا بالخصوص مولوی محمد یوسف صاحب رسالہ "باطل کے ہتھکنڈے" والوں سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنے ہی اس فتویٰ کی روشنی میں (فقہ کے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ لا بد لثبوت الکراھۃ من دلیل خاص) کوئی ایسی واضح آیت یا صحیح صریح حدیث یا کوئی ایسا صریح قول پیش کریں جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا کسی امام مجتہد نے واضح طور پر ۲۲ رجب کے کونڈوں کو ناجائز کہا ہو لیکن ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ موصوف ہمارا یہ مطالبہ قیامت تک پورا نہیں کر سکتے۔

ع یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جواب نمبر۲ (تحقیقی):۔ اگر کونڈوں کے غیر ثابت ہونے سے مخالفین کی مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہؓ کرام نے بذات خود امام جعفر صادق کے کونڈے نہیں کئے تو یہ درست اور بجا ہے کیونکہ امام جعفر صادق کی وفات کے وقت اس دنیا میں نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور نہ ہی آپ کا کوئی صحابی تھا۔ پس ان حضرات سے امام جعفر صادق کے کونڈے کرنے کا ثبوت مانگنا نہایت ہی مضحکہ خیز اور غیر عقل مندی کی بات ہے۔ رہا یہ سوال امام جعفر صادق کے ہمعصر سلف صالحین کے بارے میں؟ تو ان سے یہ امر ایک صحیح عمومی دلیل سے ثابت ہے جس کی تفصیل کونڈوں کی ۲۲ رجب سے مناسبت کے بارے میں سوال کے جواب میں آ رہی

ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ اعتراض نمبر۵ کا جواب)

اور اگر اس سے ان کا یہ مقصد ہے کہ کونڈے کرنا کسی دلیل شرعی سے کسی طرح ثابت نہیں تو یہ از حد غلط ہے کیونکہ کونڈے، ایصال ثواب کے ایک طریقے کا نام ہیں جس کا جائز اور درست ہونا نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین اور دیگر سلف صالحین سے ثابت ہے بلکہ کونڈوں کے مخالفین بھی اس کے جواز کو تسلیم کرتے ہیں۔ (جیسا کہ بالتفصل گزر چکا ہے) ایسی صورت میں کونڈوں کو غیر ثابت اور بدعت ممنوعہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

بدعت کیا ہے؟:۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لغوی طور پر "بدعت" ہر نئے کام کو کہتے ہیں۔ پس اس کی دو صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ اس کی اصل شریعت سے ثابت ہو گی اور (۲) دوم یہ کہ اس کی اصل شریعت سے ثابت نہیں ہو گی۔ بعض علماء کی اصطلاح میں ان میں سے پہلی قسم کو "بدعت حسنہ" اور دوسری قسم کو "بدعت سیئہ" "بدعت مذمومہ" "بدعت ممنوعہ" اور "بدعت شرعیہ" کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے علماء بدعت کی اس تقسیم کے قائل نہیں اور اس بارے میں ان کا مسلک یہ ہے کہ جس امر کی اصل شریعت سے ثابت ہو، اگرچہ اس کی موجودہ شکل کا کوئی ثبوت نہ ہو اسے بھی سنت ہی کہا جائے گا اور بدعت کا اطلاق صرف اسی چیز پر ہو گا کہ جس کی کوئی اصل شریعت میں نہ پائی جاتی ہو۔ لہٰذا ان کی اصطلاح میں جب بدعت کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے بدعت سیئہ، ممنوعہ، مذمومہ اور شرعیہ ہی مراد ہو گی۔ وھذا کلہ مستفاد من (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۵۳ ۔ ۲۵۴ طبع بیروت و فتاوٰی الشامی و مقدمہ المشکوۃ للشیخ المحقق)

اسی طرح دیوبندی عالم مولوی سرفراز خان صاحب گکھڑوی کی کتاب راہ سنت ص ۹۸۔ ۱۰۲ میں بھی ہے۔

معترض کے اس اعتراض میں بھی بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہی ہے پس کونڈے اس معنیٰ میں ہرگز بدعت نہیں کیونکہ ان کی اصل، شریعت سے ثابت ہے جو ایصال ثواب ہے۔ اس صورت میں مذکورہ بالا علماء کے پہلے گروہ کی اصطلاح میں موجودہ شکل کی رو سے کونڈے "بدعت حسنہ" اور دوسرے گروہ کی اصطلاح میں وہ سنت ہیں۔

علماء دیوبند اور غیر مقلدین کو بھی یہ بات مسلم ہے کہ جس امر کی اصل، شریعت سے ثابت ہو، وہ بدعت ممنوعہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ دیوبندی عالم مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی کتاب "سنت و بدعت" (ص ۱۴ طبع دارالعلوم کراچی) میں لکھا ہے کہ "جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے قولاً" ثابت ہو یا فعلاً" صراحۃ یا اشارۃً، وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح راہ سنت ص ۹۸ میں بھی ہے۔ اسی کی مانند غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی نے بھی کہا ہے۔ ملاحظہ ہو (ہدیتہ المہدی ج ۱ ص ۱۱۶ طبع دہلی)

خلاصہ یہ کہ کونڈوں کی اصل چونکہ شریعت سے ثابت ہے جو ایصال ثواب ہے، اس لئے وہ ممنوعہ بدعت نہیں۔ پس انہیں بدعت کہنا خود بدعت ممنوعہ ہے۔

کونڈوں کے لفظ کی بحث :۔ باقی یہ کہنا جہالت ہے کہ کونڈوں کا لفظ دین کی عربی کتابوں میں کہیں نہیں پایا جاتا کیونکہ بعض احادیث میں مٹی کے برتنوں کی فضیلت آئی ہے اور فقہ کی کتابوں میں بھی مٹی کے برتنوں کو افضل کہا گیا ہے جب کہ کونڈے بھی مٹی کے برتن ہیں۔ جن کا اطلاق ہندی زبان میں مٹی کے تھالوں پر ہوتا ہے۔ پس مٹی کے برتنوں کا ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے ضمن میں کونڈوں کا لفظ بھی دین کی عربی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہے جبکہ امام جعفر صادق کے ایصال ثواب کے طعام کو مٹی کے برتنوں میں رکھ کر کھلانا بھی اسی وارد شدہ فضیلت کی بناء پر ہے اور اس ایصال ثواب کو کونڈوں کا نام بھی اسی لئے دیا گیا کہ اس کا طعام مٹی کے انہی کونڈوں نامی برتنوں میں رکھ کر مسلمانوں کو کھلایا جاتا ہے جو ایک اصطلاح جدید ہے اور ایصال ثواب کے لئے اس قسم کے اعتباری نام تجویز کرنے کا جواز شریعت مطہرہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد (جلد۱ ص ۲۳۶) اور نسائی (جلد۲ ص ۱۳۳) میں ہے کہ جلیل القدر صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے ایک کنواں کھودا اور اس کا نام "بئر ام سعد" رکھا (یعنی سعد کی والدہ کے ایصال ثواب کا کنواں) اھ

اس سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کی چیز کے ظرف کو متعلقہ بزرگ سے منسوب کرنا جائز اور اس کا رواج زمانۂ رسالت سے چلا آ رہا ہے۔ پس ایصال ثواب

کے کنویں کو بیرام سعد کہنے کا جواز، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے طعام کو "امام جعفر صادق کے کونڈے" کا نام دینے کے جواز کی دلیل ہے۔

(علیٰ ہذا القیاس اس حدیث کی روشنی میں ایصال ثواب کے دوسرے مختلف طریقوں کو بعض مناسب اعتبارات سے تیجہ، گیارھویں، چہلم، عرس اور ختم خواجہ غریب نواز وغیرہ کہنے کا جواز بھی ثابت ہوا)۔

اور ایصال ثواب کے لئے اس قسم کے ناموں کا جواز خود فریق مخالف کے بزرگوں نے بھی تسلیم کیا ہے مثلاً" علماء دیوبند کے پیرو مرشد امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ گیارھویں، دسویں، بیسویں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ شیخ عبدالحق کا توشہ، شاہ بو علی قلندر کی سہ منی اور حلوائے شب برات اور ایصال ثواب کے دوسرے تمام طریقے جائز ہیں۔ اھ ملخصاً"۔ ملاحظہ ہو (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸ طبع دیوبند)

علاوہ ازیں مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے بھی ایصال ثواب کے لئے گیارھویں، صحنک، کھچڑا، توشہ، دلیہ بلکہ کونڈے کے لفظ سے بھی انکار نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۱۹ طبع محمد علی کارخانہ کراچی)

مولوی خرم علی وہابی نے بھی اس قسم کے ناموں سے انکار نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو (نصیحۃ المسلمین مشمولہ تقویۃ الایمان ص ۲۷۱ طبع کراچی)

ے دوسروں کے عیب ڈھونڈتا رہ بے شک رات دن
چشم عبرت سے کبھی اپنی سیاہ کاری بھی دیکھ

اعتراض نمبر۲:۔ کونڈوں کی رسم شیعوں کی ایجاد ہے جس کی ابتداء ۱۹۰۶ میں امیر مینائی لکھنوی تبرائی رافضی کے گھر سے ہوئی۔

جواب:۔ کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء بتانا نہایت درجہ غلط ہے کیونکہ

(ا) کونڈے، ایصال ثواب کے ایک طریقے کا نام ہیں جس کی ابتداء ۱۹۰۶ سے نہیں بلکہ عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ وہ بالخصوص اہل بیت کرام کے وفات یافتہ بزرگوں کے لئے نہایت ہی عقیدت و احترام اور اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب کرتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں کونڈوں کے مخالفین غلطی سے اپنا

روحانی باپ مانتے ہیں) اپنی معرکہ الاراء کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں ارقام فرماتے ہیں
حضرت امیر و ذریت طاہرہ اورا تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں مے
پر ستند و امور تکوینیہ را بالیشاں وابستہ مید انند و فاتحہ و درود و
صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع
اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است و فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس"

یعنی پوری امت' حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور آپ کی
اولاد پاک کو پیر و مرشد سمجھ کر دینا کے تکوینی امور کو انہی سے وابستہ جانتی ہے اور ان
کے نام کی نذر پیش کرنا' خیراتیں کرنا اور ختم درود پڑھنا اس کا معمول ہے۔ جیسا کہ
دوسرے تمام اولیاء سے عقیدت کے طور پر ان کے لئے ختم درود پڑھنا' ان کا عرس
کرنا اور ان کی یاد میں محافل منعقد کرنا اس کا معمول ہے۔ اھ ملاحظہ ہو۔
(فتاویٰ افریقہ ص ۹۵ طبع مدینہ کمپنی کراچی از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ)

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اس وہابیت کش عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کی ابتداء ۱۹۰۶ء سے نہیں بلکہ وہ ہمیشہ
سے مسلمانوں کا معمول چلا آ رہا ہے کیونکہ وہ بھی حضرت علی کی اولاد سے ہیں اور آپ
کے پڑپوتے کے صاحبزادے ہیں جب کہ شاہ صاحب کی تحقیق میں حضرت علی اور آپ
کی اولاد کا ایصال ثواب زمانہ قدیم سے امت مسلمہ کا معمول ہے۔

باقی اس کا کونڈوں کے نام سے موسوم ہو جانا' ہندوستانی مسلمانوں کی علاقائی
اصطلاح کی بناء پر ہے کیونکہ وہ آپ کے ایصال ثواب کا طعام (بعض احادیث میں
فضیلت کے آنے کے باعث) عموماً مٹی کے ایسے برتنوں میں رکھ کر کھلاتے ہیں جنہیں
ان کی بولی میں "کونڈے" کہا جاتا ہے۔ پس مجازی طور پر اس طعام اور ایصال ثواب کو
کونڈوں کا نام دیا گیا۔ یہ نہیں کہ ان کی ابتداء ہی ہندوستان سے ہوئی ہے۔ (جیسا کہ
یار لوگوں نے سمجھ رکھا ہے)

(۲) مخالفین کے اس دعویٰ کے غلط ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کی متدعویہ
تاریخ ۱۹۰۶ء سے تقریباً" اٹھائیس سال پہلے بھی کونڈے کے لفظ کا طعام ایصال ثواب
اور کونڈے کرنے کے الفاظ کا بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے کے معنیٰ میں مستعمل ہونا

پایا جاتا ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء بتانا ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ چنانچہ غیر شیعہ عالم مولانا سید احمد دہلوی کی (۱۸۷۸ء کی لکھی ہوئی) شہرہ آفاق اردو ڈکشنری فرہنگ آصفیہ (جلد ۲ ص ۵۹۷ طبع اسلامیہ پریس لاہور) میں لفظ کونڈا کے یہ معانی لکھے ہیں "آٹا گوندھنے کا مٹی کا برتن۔ نذر و نیاز کی شیرینی۔ کسی ولی کی نیاز کا کھانا" اور کونڈا کرنے کا یہ معنی لکھا ہے "کسی ولی کے نام کی نیاز دلانا۔ کچھ پکا کر کونڈے میں کھلانا" پھر اس میں کونڈا کرنے کے ایصال ثواب کرنے کے معنی میں ہونے کی دلیل میں اس دور کے ایک اردو شاعر کا یہ شعر درج ہے۔

ع ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور

کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

اس کی مانند فیروز اللغات اردو جدید پاکٹ سائز ص ۵۵۲ طبع فیروز سنز وغیرہ میں بھی ہے۔ کونڈوں کو شیعہ کی ایجاد کہنا بھی غلط اور بلادلیل ہے۔ اگر ایسے ہوتا تو علماء اہل سنت (جو شیعہ کے سخت مخالف ہیں) کبھی ان کے جواز کا فتویٰ نہ دیتے (جیسا کہ گذشتہ سطور میں مفصل گزر چکا ہے) اس کی مزید تفصیل تیسرے اعتراض کے جواب میں آ رہی ہے۔

مخالف دلائل کا رد:۔ مخالفین نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں (کہ کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ہوئی) جتنے دلائل پیش کیے ہیں، وہ سب ناقابل اعتبار اور مردود ہیں کیونکہ جن لوگوں اور رسالوں کے انہوں نے حوالے دیئے ہیں اولاً" وہ غیر معروف ہیں اور ہمارے سامنے بھی نہیں کہ حقیقت حال معلوم کی جا سکے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق انہیں اپنی طرف سے گھڑ لیا ہو۔ ثانیاً" خود ان شہادتوں میں واضح تعارض اور تضاد پایا جاتا ہے۔ مثلاً اس سلسلہ میں مخالفین نے مولوی مظہر علی سندیلوی نامی کسی صاحب کے روزنامچے کا حوالہ دیا ہے جس میں ان کے بقول انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۹۱۱ء کو کونڈوں کی رسم مجھے دریافت ہوئی اور اس سے پہلے کبھی میں نے اس کا نام بھی کہیں نہیں سنا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (کونڈوں کی حقیقت ص ۲۶ طبع ملتان۔ ص ۲۷ طبع کراچی۔ ص ۲۶ رحیم یار خان) مگر اس کے برعکس جواہر المناقب نامی کسی رسالے کے حاشیہ کے حوالہ سے انہوں نے "حامد حسن قادری" نامی

کسی شخص کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء کو امیر مینائی لکھنوی شیعہ کے گھر سے ہوئی۔ ملاحظہ ہو (کونڈوں کی حقیقت ص ۱۶۔۱۷ طبع ملتان۔ ص ۲۶ طبع کراچی)

ان دو بیانات میں جو تضاد پایا جاتا ہے محتاج بیاں نہیں کہ ایک صاحب کونڈوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء اور دوسرے صاحب ان کی ابتداء ۱۹۱۱ء بتا رہے ہیں۔ پھر مذکورہ بالا دوسرے گواہ کا نام مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی نے اپنے باطل کے ہتھکنڈے ص ۴ میں "حامد حسن کی بجائے "حامد حسین" لکھا ہے۔ گویا اس بارے میں خود مخالفین کا بھی اپنا اتفاق نہیں۔ فیاللعجب

علاوہ ازیں رسالہ "کونڈوں کی حقیقت" میں صحیفۂ اہلحدیث کراچی کے حوالہ سے عبدالغفور نامی کسی صاحب کا یہ بیان بھی مخالفین نے پیش کیا ہے جس میں انہوں نے بھی کونڈوں کو شیعہ کی ایجاد قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بات لطیفہ سے کم نہیں کہ رسالہ کونڈوں کی حقیقت (ص ۱۷ طبع ملتان) میں ان کو "حکیم عبدالغفور آنولوی" لکھا ہے مگر اسی کے (ص ۲۶) طبع کراچی میں "مولانا عبدالغفور صاحب" بنا کر پیش کیا گیا ہے تاکہ دیکھنے والے پر "مولانا" کا رعب پڑ جائے اور شہادت کو معتبر سمجھا جانے لگے۔

اور سنی عوام کو دھوکا دینے کی غرض سے ان صاحب کے نام کے ساتھ "بریلوی" کا لفظ بھی چپکا دیا گیا ہے حالانکہ مسلک بریلوی کے کسی ایک عالم نے بھی کونڈوں کو ناجائز نہیں کہا۔ پس یہ تو ممکن ہے کہ یہ صاحب "بریلی" میں سکونت کی وجہ سے بریلوی ہوں مگر انہیں مسلکاً" بریلوی کہنا قطعاً" صحیح نہیں۔ ورنہ آخر، کونڈوں کے خلاف لکھے گئے ان کے اس مضمون کو کسی سنی جریدے میں جگہ کیوں نہ ملی اور غیر مقلدین کے رسالہ صحیفہ اہلحدیث نے اسے کس ناطے سے شائع کیا؟

کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے

خلاصہ یہ کہ کونڈوں کے متعلق اس دعوٰی کے بارے میں (کہ ان کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ہوئی) مخالفین نے جو نام نہاد شہادتیں پیش کی ہیں، ان کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ پھر وہ آپس میں متعارض اور متضاد بھی ہیں جس کی وجہ سے وہ درجۂ قبولیت سے گر کر مردودیت کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔

لطیفہ :- کونڈوں کے مخالفین نے ایک طرف تو امیر مینائی لکھنوی اور اس کے خاندان کو ضدی فسادی رافضی اور تبرائی شیعہ لکھا ہے۔ چنانچہ جلال پور پیر والا (ضلع ملتان) سے کونڈوں کے خلاف شائع شدہ اشتہار میں امیر مینائی کو یہ برے القاب دیئے گئے ہیں۔ "مشہور رافضی، بغض حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لا علاج مریض امیر مینائی تبرائی"

اور مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی نے اپنے باطل کے ہتھکنڈے (۴-۵) میں امیر مینائی کے خاندان کا تعارف کراتے ہوئے اس طرح لکھا ہے "پورے ہندوستان میں امیران لکھنؤ ضدی شیعہ اور فسادات مذہبیہ اور سیاسیہ کے سربراہ رہے ہیں" اور یہ بھی ہر ایک جانتا ہے کہ آج کل دیوبندیوں نے اپنے امام مولوی گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ ص ۲۴۸۔ ص ۲۶۴ کے اس فتوٰی کو چھپانے کی غرض سے (کہ شیعہ ان کے نزدیک کافر نہیں) اور اہل سنت کو ایک نئے ہتھکنڈے کے ذریعہ مٹانے کی خاطر بظاہر شیعوں کے خلاف ایک تحریک بھی چلا رکھی ہے جس میں وہ "کافر کافر شیعہ کافر" کا برملا نعرہ لگاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف انہوں نے اسی امیر مینائی کے نام کے ساتھ "مرحوم" اور "رح" یعنی رحمتہ اللہ کا نشان لکھ کر اپنے بقول اس ضدی فسادی رافضی تبرائی، بغض امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لا علاج مریض کافر و بے ایمان شیعہ کو رحمت الٰہی کا بھی مستحق قرار دیا ہے تو کیا کافر بھی اخروی و برزخی رحمت الٰہی کا مستحق ہے؟

ملاحظہ ہو (رسالہ کونڈوں کی حقیقت ص ۱۷ طبع ملتان۔ ص ۲۶ طبع کراچی۔ ص ۱۵ تقسیم کردہ رحیم یار خان)

؎ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں سے کنند

اعتراض ۳:۔ کونڈے، شیعہ بھی کرتے ہیں اگر اہل سنت بھی کریں تو انہیں شیعہ سے مشابہت ہو جائے گی جب کہ بد مذہبوں سے مشابہت حرام ہے۔ لہٰذا کونڈے شیعہ سے مشابہت کی بناء پر حرام ہوئے۔

جواب نمبر ۱:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے وہاں کے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا۔ پس آپ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے، فرعون سے نجات پانے اور فرعون اور فرعونیوں کے ہلاک ہو جانے کی خوشی اور شکریہ میں یہ روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی ان کی اتباع میں یہ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نحن احق و اولیٰ منکم بموسیٰ" یعنی ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امر بصیامہ یعنی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی ص ۱۸۰ طبع کراچی)

اگر بدمذھبوں سے مطلقاً" ہر قسم کی تشبیہ ممنوع ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ کیوں رکھا اور یہودیوں کے اس عمل کو مسلمانوں میں کیوں رائج فرما دیا؟ پس اگر بالفرض شیعہ بھی امام جعفر الصادق کے کونڈے کرتے ہوں تو ہم بھی اس حدیث کی روشنی میں انہیں یہ کہہ کر حضرت موصوف کے کونڈے کر سکتے ہیں کہ نحن احق و اولی منکم بالامام جعفر الصادق رضی اللہ تعالی عنہ

جواب نمبر ۲:۔ تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) تشبیہ عام جو سچے مسلمانوں اور بدمذھبوں یا غیر مسلموں میں مشترک ہو جیسے داڑھی رکھنا کہ بدمذھبوں اور کفار کے بعض فرقے بھی داڑھی رکھاتے ہیں۔

(۲) تشبیہ خاص ۔ جو کسی قوم کے ساتھ ایسی خاص ہو کہ کوئی دوسرا کرے تو وہ بھی

انہیں میں سے سمجھا جائے جیسے سیاہ پگڑی پہننا کہ آج کے دور میں یہ شیعہ کا ایسا خصوصی نشان بن چکا ہے کہ دوسرا اسے باندھے تو ناواقف لوگ اسے شیعہ ہی تصور کرتے ہیں۔

سچے مسلمانوں کے لئے از روئے شرع جو تشبیہ ممنوع ہے وہ تشبیہ خاص ہی ہے تشبیہ عام نہیں۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰۔ ص ۹۰۔۹۲) (ملخصاً)

اسی طرح علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (فیصلہ ہفت مسئلہ مطبع دیوبند)

جب کہ کونڈے کرنا شیعہ کے ساتھ ایسے خاص نہیں کہ جو بھی کونڈے کرے اسے شیعہ تصور کیا جائے بلکہ بہت سے لوگوں کو تو اتنا بھی خبر نہیں کہ شیعہ بھی کونڈے کرتے ہیں یا نہیں؟

اگر تشبیہ عام کو ناجائز قرار دیتے ہوئے ہر اس کام کو ممنوع کہہ دیا جائے جو بدمذہب یا غیر مسلم کرتے ہوں تو جائز تو کجا ایسے بہت سے فرائض و واجبات سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ مثلاً" شیعہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ مسجدیں بھی بناتے ہیں۔ پس کیا علماء دیوبند اور غیرمقلدین اپنے عوام کو ان امور کے چھوڑ دینے کا جبروتی حکم صادر کریں گے۔ اگر وہ ایسا کریں بھی سہی تو خدارا اسے اپنے ہی تک محدود رکھیں۔ ہم غریبوں کو ہمارے حال پر چھوڑتے ہوئے ہمیں کلمہ طیبہ کی نعمت سے وابستہ رہنے دیں۔ بہت شکریہ۔

اعتراض نمبر ۴:۔ شیعہ بائیسویں رجب کو امام جعفر الصادق کے ایصال ثواب کے بہانے دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں کونڈے کرتے اور حلوہ پوریاں کھا کر ان کی وفات پر جشن مسرت مناتے ہیں کیونکہ اسی تاریخ کو حضرت معاویہ کی وفات ہے۔ پس کونڈوں کی رسم پر عمل پیرا ہونے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں (یہ مخالفین کا کونڈوں پر سب سے بڑا اعتراض ہے)

جواب:۔ وہابیوں کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی عاجزی کی بناء پر اہل سنت کے خلاف کسی شرعی دلیل کے قائم کرنے کی بجائے محض فریب دہی اور مغالطہ آفرینی (بلکہ ضرورت پڑے تو کذب بیانی سے بھی) کام لیتے ہیں۔ مثلاً" بارہ ربیع الاول کے دن

کو اہل سنت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت سمجھ کر نہایت ہی دھوم دھام کے ساتھ ہر سال جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے ہیں۔ جس کے وہابی سخت مخالف ہیں مگر اس کے خلاف کوئی دلیل شرعی قائم نہ کر سکے (اور نہ ہی وہ کبھی قائم کر سکتے ہیں) تو بھولے بھالے سنی عوام کو اس سے متنفر کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ پر فریب مغالطہ دینا شروع کر دیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہے پس اس دن اہل سنت کا گلی کوچوں کو سجانا، جشن عید منانا، جلسے منعقد کرنا اور جلوس نکالنا وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) وفات کی خوشی میں ہے۔ حالانکہ اہل سنت ان کے اس گھناؤنے الزام سے قطعاً" بری ہیں۔ اور اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات نہیں (جس کی تفصیل فقیر کے اس موضوع پر لکھے گئے ایک مفصل رسالے میں ہے۔ جس کا نام ہے "۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت یا تاریخ وفات"

یہی معاملہ حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے کونڈوں کا ہے کہ جب ان سے ان کے خلاف بھی شرعی دلیل قائم نہ ہو سکی (اور نہ ہی کبھی قائم ہو سکتی ہے) تو سنی عوام کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے اور امام اہل بیت کے ایصال ثواب کا انہیں مخالف بنانے کی غرض سے اب وہ یہ مغالطہ دینے لگے ہیں کہ ۲۲ رجب کے کونڈے شیعہ کا معمول ہیں جنہیں انہوں نے امام جعفر صادق کے بہانے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی اور جشن مسرت منانے کے لئے ایجاد کیا ہے۔ حالانکہ کونڈوں کے متعلق ان کا یہ دعوٰی (کہ ان کو شیعوں نے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی میں ایجاد کیا ہے) محض بے دلیل اور سفید جھوٹ ہے جس کا کوئی ٹھوس تاریخی اور شرعی ثبوت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو ان کا ایجاد شیعہ ہونا تو کجا انہیں) شیعوں کے متعلق اتنا بھی خبر نہیں کہ وہ کونڈے کرتے بھی ہیں یا نہیں!

ہاں یہ عین ممکن ہے اور کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کہ وہابیوں کے اس پروپیگنڈے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ان کے توجہ دلانے پر اب وہ اسی پلید مقصد سے کونڈے کرنے لگ گئے ہوں مگر اس کا تمام تر وبال شیعہ پر ہی آئے گا۔ اہل سنت کے حق میں وہ پھر بھی جائز رہیں گے۔ کیونکہ وہ انہیں شریعت مطہرہ کے ایک جائز

مقصد (ایصال ثواب کے قصد) سے عمل میں لاتے ہیں جب کہ اس میں مشابہت ممنوعہ بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ کونڈے کرنا شیعہ مسلک کا کوئی ایسا خصوصی نشان نہیں کہ انہیں کوئی دوسرا بجالائے تو وہ بھی انہیں میں سے سمجھا جائے (کما مرّ انفا) ورنہ کیا اگر کوئی شخص ریاکاری کی نیت سے نوافل پڑھتا یا تلاوت قرآن کرتا ہو تو یہ عبادت صرف اسی بگاڑ کے باعث دوسرے مسلمانوں کے حق میں بھی ناجائز ہو جائے گی۔

پھر اگر بالفرض کونڈوں کا ختم فی الواقع اسی مقصد خبیث کو لے کر شیعہ سے اہل سنت میں آیا ہے (جو فی نفسہٖ بالا تفاق جائز ہے) تو اس جیسے جائز شرعی کام کو بند کرنے کی بجائے کسی ایسے مؤثر طریقہ سے اس کے باقی رکھنے کا فیصلہ کیوں نہیں دیا جاتا جس سے اس کے جواز کا انکار بھی لازم نہ آئے اور دشمنان صحابہ کے لئے بھی وہ تکلیف وہ ثابت ہو کر شیعہ سنی میں امتیاز کرنے کا فائدہ بھی دے۔ مثلاً اس سے روکنے کی بجائے یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ اہل سنت اس موقع پر صحابیٔ رسول حضرت معاویہ اور امام اہل بیت حضرت سیدنا جعفر الصادق رضی اللہ عنہما دونوں کو ایصال ثواب کیا کریں جب کہ اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں؟

اس کی نظیر صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابۂ کرام کو بھی اس کا امر فرمایا تو بعض صحابہ کرام نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ تو ایسا دن ہے جسے یہودی، معظم سمجھتے ہیں تو آپ نے اس کے چھوڑ دینے کا حکم صادر فرمانے کی بجائے یہ فرمایا "لئن بقیت الی قابل لا صومن التاسع" یعنی اگر زندگی نے وفا کیا تو آئندہ سال میں (اپنے اور یہودیوں کے درمیان فرق قائم کرنے کی خاطر یہ اضافہ کروں گا کہ) اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی ص ۱۷۸۔۱۷۹ طبع کراچی۔ معہ حاشیہ بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اس صورت میں اگر یہی طریقہ اپنانے کی بجائے کونڈوں کے کلی طور پر بند کر دینے کا حکم دے دیا جائے تو یہ عوام کو خود ایصال ثواب سے متنفر کرنے اور شیعہ کو حضرت معاویہ کے خلاف بیہودہ گوئی کے لئے کھلا چھوڑ دینے کی خطرناک سازش قرار پائے گی پس حضرت معاویہ کے دشمن، کونڈے کرنے والے سنی مسلمان نہیں بلکہ

کونڈوں سے روکنے والے یہ گندم نما جو فروش ہی ان کے دشمن ہیں۔

علاوہ ازیں علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے مشہور رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" (ص ۸ طبع راشد کمپنی دیوبند) میں لکھا ہے کہ جو فی نفسہٖ جائز کام غیر مسلموں سے جائز صورت میں مسلمانوں میں پھیل جائیں تو انہیں جائز ہی کہا جائے گا۔ اھ۔ (ملخصاً) اسی طرح غیر مقلدین کی کتاب ہدیۃ المھدی (ص ۱۱۶) میں بھی ہے۔ پس ایسی صورت میں اسلام سے منسوب فرقوں سے خالص مسلمانوں میں آنے والے مباح امور بطریق اولی جائز قرار پائیں گے۔ لہٰذا جب کونڈوں کا ختم بھی (جو فی نفسہٖ جائز ہے) دیوبندیوں کے بقول ایک ایسے فرقے سے سنی مسلمانوں میں رائج ہو گیا ہے جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے (اور وہ شیعہ فرقہ ہے) جب کہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے فتوٰی کے مطابق وہ کافر نہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ فتاوٰی رشیدیہ ص ۲۶۴ طبع محمد علی کراچی) تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کونڈے، مسلمانوں کی رسم ہیں جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔ پس اب تو ان کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

تاریخ وفات حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ :۔ اس پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب کے مہینے میں وفات پائی تھی لیکن کس تاریخ کو وفات پائی؟ قطعی طور پر اس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ اسی لئے اس کے متعلق علماء کے کئی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ پس ۲۲ رجب کو حضرت معاویہ کی وفات کی قطعی تاریخ بتا کر کونڈوں کو ان کی وفات کی خوشی کا سامان قرار دینے کو مخالفین کی فریب دہی بلکہ کذب بیانی، ضد اور ہٹ نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

اقوال کی تفصیل :۔ چنانچہ علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے امام معتمد، مؤرخ ابن کثیر نے اپنی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ فی التاریخ (جلد ۸ ص ۱۱۶۔ ۱۴۳ تحت ۶۰ھ طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور) میں لکھا ہے کہ

(۱) علامہ سعد بن ابراہیم اور ہشام کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے یکم رجب کو وفات پائی تھی۔

(۲) علامہ لیث نے فرمایا کہ آپ کی وفات چہارم رجب کو ہوئی۔

(۳) علماء کی ایک اور جماعت کا قول یہ ہے کہ آپ نے پندرھویں رجب کو وفات پائی۔

(۴) ابن اسحق اور بعض دوسروں نے کہا کہ آپ نے جب وفات پائی تو ماہ رجب کی آٹھ تاریخیں باقی تھیں اور اس کے لئے انہوں نے لثمان بقین من رجب کے الفاظ بولے۔

(۵) علامہ ابن جوزی نے بھی آپ کی وفات کے بارے میں صرف پندرھویں رجب کا قول لیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تلقیح فہوم اہل الاثر طبع گھرجاکھ)

(۶) علامہ حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے اپنی کتاب "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں یہ قول نقل کیا ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو رجب کی چار راتیں باقی تھیں۔ (یعنی رجب کی پچیسویں یا چھبیسویں تاریخ تھی)

(۷) امام محمد بن جریر طبری نے تاریخ طبری (عربی جلد ۴ ص ۲۳۹ طبع بیروت) میں اس بارے میں تین مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے یکم رجب کو وفات پائی۔ دوسرا یہ کہ ان کی وفات پندرھویں رجب کو ہوئی اور تیسرا یہ کہ جب انہوں نے وفات پائی تو رجب کی آٹھ تاریخیں باقی تھیں اور اس کے لئے انہوں نے لثمان بقین من رجب کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں

بائیسویں کے قول پر تنقید اور مخالفین کی غلط فہمی کی نشاندہی

ہمارے نقل کردہ "لثمان بقین من رجب" والے مذکورہ قول میں (یعنی اس قول میں کہ حضرت معاویہ نے جب وفات پائی تو رجب کی آٹھ تاریخیں باقی تھیں) دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے اکیسویں رجب کو وفات پائی اور دوسرا یہ کہ آپ کی وفات بائیسویں رجب کو ہوئی۔ کیونکہ اسلامی مہینے کبھی تیس دنوں کے اور کبھی انتیس ایام کے ہوتے ہیں۔ پس آپ کے ماہ وفات کے انتیس ایام کا ہونے کی صورت میں آپ کی تاریخ وفات اکیسویں رجب اور اس کے تیس دنوں کا ہونے کی صورت میں آپ کی تاریخ وفات بائیسویں رجب بنے گی۔ بہرصورت ان میں سے کسی ایک کے مراد لینے میں ہر دوسرے کا احتمال باقی رہے گا۔ پھر جب آپ کے ماہ وفات کے ایام کی تعداد اور (اسی طرح) "لثمان بقین من رجب" کے الفاظ کا اصطلاحاً" تیس ایام والے مہینہ کے لئے مخصوص ہونا کسی علیحدہ دلیل سے ثابت نہیں تو آپ کی وفات

کے بارے میں یہ دونوں احتمال ساقط الاعتبار قرار پائے کیونکہ اذا تعارضا تساقطا۔
و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

اور اگر بالفرض ان الفاظ سے بائیسویں رجب بھی مراد لے لی جائے تو بھی ہمیں یہ کسی طرح مضر نہیں کیونکہ اس قول کا حضرت معاویہ کی وفات کے بارے میں ہمارے نقل کردہ دوسرے اقوال کے ساتھ ٹکرا جانا بہرحال ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ جو اس کے ناقابل قبول بنا دینے کے لئے کافی ہے۔

ہمارے ایک صحیح اندازے کے مطابق اس بارے میں کونڈوں کے مخالفین کے دعویٰ کی دلیل کا ماخذ بھی یہی الفاظ ہیں اور انہوں نے انہی (لثمان بقین من رجب کے" الفاظ سے دھوکا کھا کر (یا عمداً" دھوکا دے کر) حضرت معاویہ کی تاریخ وفات کے بارے میں بائیسویں رجب کا قول کیا ہے اور اس کے علاوہ ان کے پاس اس کی کوئی دوسری مستند اور صریح دلیل ہرگز نہیں (وان ادعوہ فعلیہم البیان بالبرھان)

مولوی محمد یوسف دیوبندی کی علمی خیانت:۔ مگر حیرت ہے کہ اس کے باوجود مولوی محمد یوسف صاحب جیسے دیوبندی فاضل نے بھی انہی الفاظ سے خوش ہو کر "البدایہ و النہایہ" اور تاریخ طبری کے حوالہ سے اپنے "باطل کے ہتھکنڈے" نامی رسالہ میں حضرت معاویہ کی تاریخ وفات ۲۲ رجب ہی لکھی ہے۔ اور ان میں درج دوسرے اقوال کو انہوں نے چھوا تک نہیں۔ جو موصوف کی کہنہ مشقی اور ان کے کئی سالہ تدریسی تجربہ کا نچوڑ ہے۔ اور یہ بزرگانہ صلاحیت انہوں نے اس لئے استعمال کی کہ وہ جانتے تھے کہ اس کے بغیر ان کے "باطل کے ہتھکنڈے" کارگر ثابت نہ ہو سکیں گے۔ بہرحال ہمارے اس سوال کا جواب، موصوف کے ذمہ قرض ہے کہ "بائیسویں رجب" البدایہ و النہایہ اور تاریخ طبری کی متعلقہ عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ نیز انہوں نے حضرت معاویہ کی تاریخ وفات کے بارے میں ان کتابوں میں موجود دوسرے اقوال کو ترک کر کے یہ مجرمانہ خیانت کیوں اور کس مصلحت کی بناء پر کی ہے؟

ماہ رجب کے ذریعہ اعتراض کا جواب:۔ شاید کوئی یہ اعتراض کرے کہ

حضرت معاویہ کی تاریخ وفات بے شک مختلف فیہ ہے مگر یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ آپ کی وفات ماہ رجب ہی میں ہوئی تھی۔ پھر جب کونڈے بھی ماہ رجب ہی میں کیئے جاتے ہیں تو کیا ان پر وارد کیا گیا یہ اعتراض اپنی جگہ پر قائم نہیں کہ کونڈے کرنا حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی کو مستلزم ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کے اس اعتراض کی بنیاد ان کے اس دعویٰ پر ہے کہ کونڈے شیعہ کا معمول ہیں جنہیں انہوں نے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی میں منانے کے لئے ایجاد کیا ہے۔ جو محض بے بنیاد، نہایت درجہ غلط اور سفید جھوٹ ہے جس کا کوئی ٹھوس تاریخی اور شرعی ثبوت نہیں (جیسا کہ بالتفصیل گزر چکا ہے) پس جب سرے سے اس کی بنیاد ہی ثابت نہیں تو اس کے سہارے قائم کیا گیا ان کا یہ اعتراض کیسے باقی رہا؟

علاوہ ازیں کونڈوں کو حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی کا سامان کہنا پرلے درجہ کی غیر عقل مندی بھی ہے کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کونڈے ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہیں جسے عرف و شرع، کسی کی رو سے بھی کسی کی وفات کی خوشی کا سامان تصور نہیں کیا جاتا۔

نیز مخالفین کے اس اعتراض سے یہ تأثر ملتا ہے کہ حضرت معاویہ کی وفات کے دن سوگ اور غم منانا چاہئے جب کہ کسی مسلمان کے لئے اپنے کسی عزیز کی وفات کے بعد تین دن سے زائد سوگ منانا شرعاً" جائز نہیں۔ سوائے عورت کے کہ اسے اپنے خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ منانے کا حکم ہے۔ پس اس سے یہ واضح ہوا کہ اہل سنت کو شیعوں کا پیروکار کہنے والے کونڈوں کے یہ مخالفین درحقیقت خود ہی شیعوں کے پیروکار ہیں کیونکہ کسی بزرگ کی وفات کے دن سال بسال، غم اور سوگ منانا شیعوں ہی کا طریقہ ہے اور اس کی یہ حضرات، ترغیب دے رہے ہیں۔ پھر یہ کہ کسی بزرگ کی وفات کے دن یا مہینے میں خوشی کا کوئی کام کرنا، اس کی وفات کی خوشی کو مستلزم نہیں۔ ورنہ جمعہ کے دن بھی کسی قسم کی خوشی ظاہر کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کی خوشی قرار پائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کی وفات اسی دن کو ہوئی تھی۔ اھ۔ ملاحظہ ہو (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۸۔ ج ۲ ص

۱۰۔ بحوالہ مسند احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن حبان۔ ابن ماجہ۔ مستدرک اور ترمذی وغیرھا)

جب کہ علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی نہ صرف جمعہ کے دن خوشی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اسے عید کا دن بھی سمجھتے ہیں۔ نیز اس صورت میں لازم آئے گا کہ محرم الحرام اور ربیع الاول میں بھی کسی قسم کی خوشی کا ظاہر کرنا جائز نہ ہو۔ کیونکہ ان میں بالترتیب حضرت سیدنا امام حسین کی شہادت اور حضور سید العالمین امام الکل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے جس کا علماء دیوبند اور غیر مقلدین میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ پھر پتہ نہیں کہ وہ خواہ مخواہ اہل سنت پر دانت کیوں پیسے جاتے ہیں۔

تنبیہہ: واضح رہے کہ کسی دینی بزرگ کی وفات کے موقع پر ہر قسم کی خوشی ممنوع نہیں بلکہ محض وہی خوشی ممنوع ہے جو اس سے عداوت کی بناء پر ہو۔ چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک پیارے صحابی کی شہادت پر ان کے اقرباء کو اظہار غم سے منع فرما دیا تھا۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ا ص ۱۶۶۔ کتاب الجنائز طبع کراچی)

پس کسی دینی بزرگ کی محض نفس وفات دنیا میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے باعث غم نہیں بلکہ وہ محض اس اعتبار سے افسوس ناک ہے کہ اہل دنیا ان کے بالمشافہ اور بلاواسطہ فیوض و برکات کے حاصل کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

الزام بغض کا جواب = امام جعفر الصادق کے کونڈے کرنے والے اہلسنت کو صحابیٔ رسول حضرت معاویہ کا دشمن قرار دینا مخالفین کے، اہل سنت کے ساتھ عناد کی بناء پر ہے کیونکہ کوئی بھی سنی امام جعفر الصادق کے کونڈوں سے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی نہیں مناتا اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی روا سمجھتا ہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک ان کی ذات بابرکات پر طعنہ زنی کرنے والا خبیث اور جہنمی کتا ہے اور حضرت معاویہ کے بارے میں ہمارے اس نظریہ کو کونڈوں کے مخالفین بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ چنانچہ جلال پور پیر والا ضلع ملتان سے کونڈوں کے خلاف شائع شدہ وہابیوں کے اشتہار میں بحوالہ شفاء شریف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کتاب احکام شریعت (ص ۱۷ طبع قدیم) سے نقل کر

کے لکھا ہے۔

ومن یکن یطعن فی معاویہ۔ فذاک کلب من کلاب الھاویہ یعنی جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

البتہ یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ کونڈوں کے مخالفین پس پردہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ اور دشمن ہیں اور اہل سنت پر یہ الزام بھی انہوں نے محض اپنے اس کرتوت کو چھپانے کی غرض سے رکھا ہے۔

چنانچہ غیرمقلدین کے پیشوا مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی نے اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" (عربی جلد ا ص ۱۰۰ طبع دہلی) میں لکھا ہے اہل الحدیث ھم شیعہ علی یعنی شیعان علی اہلحدیث ہی ہیں۔ اھ (پس جب باقرار خود' اہلحدیث شیعان علی ہیں تو وہ حضرت معاویہ کے کیا ہوئے؟ نتیجہ واضح ہے) اور مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے فتاویٰ رشیدیہ (ص ۲۴۸ طبع محمد علی کارخانہ کراچی) میں ہے کہ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کو کافر کہے (جن میں حضرت معاویہ بھی شامل ہیں) وہ کافر تو کجا اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں۔ اھ۔

سچ ہے۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

اور

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اعتراض نمبر ۵ = بائیسویں رجب نہ تو امام جعفر الصادق کا یوم ولادت ہے اور نہ یوم وفات ہے کیونکہ ان کی ولادت رمضان المبارک ۸۰ھ یا بقول دیگر ۸۳ھ میں اور وفات ۱۴۸ھ کے ماہ شوال میں ہوئی۔ اس لئے اس تاریخ سے کونڈوں کو' کوئی مناسبت بھی نہیں ہے جس سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ انہیں شیعوں نے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی منانے کے لئے ایجاد کیا ہے۔

(نوٹ۔ یہ بھی کونڈوں پر مخالفین کے اعتراضات میں سے سب سے بڑا اعتراض سمجھا جاتا ہے)

جواب = اگر مخالفین کا یہ اعترض ان کی نیک نیتی پر مبنی ہے اور ان کی تحقیق میں حضرت سید امام جعفر الصادق کی وفات ماہ شوال میں ہے تو وہ جھگڑا ختم کرنے کی خاطر

اسی پر عمل کرتے ہوئے شوال ہی میں آپ کے کونڈے کر لیا کریں۔ مگر وہ ایسا بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کا مقصد کسی نہ کسی بہانے حضرت کے ایصال ثواب کو بند کر دینے کے سوا کچھ نہیں۔ قارئین تعجب فرمائیں۔

باقی جہاں تک کونڈوں کو شیعہ کے حضرت معاویہ کی وفات کی خوشی کے لئے ایجاد کرنے کا دعویٰ ہے تو اس کا غلط بے بنیاد اور جھوٹ ہونا ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔

یہ کہنا بھی نہایت درجہ غلط ہے کہ بائیس رجب سے کونڈوں کو کوئی مناسبت نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کونڈوں کو اس تاریخ سے گہری مناسبت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۵ رجب کو ہے۔ چنانچہ شرح جامی کے مصنف امام اہل سنت عارف باللہ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب شواہد النبوۃ (مترجم اردو ص ۳۲۷ طبع مکتبہ نبویہ لاہور) میں امام موصوف کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ "آپ کی وفات بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوئی اور آپ کی قبر جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے" اھ (یاد رہے کہ مولانا جامی صاحب موصوف کی علمیت اور بزرگی علماء دیوبند اور غیر مقلدین کو بھی مسلم ہے)

اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہؓ و تابعین اور امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ کے مسلمان، کسی مسلمان کی وفات کے بعد مسلسل سات ایام اس کی طرف سے بطور ایصال ثواب کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔ چنانچہ مسلم بین الفریقین امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی کتاب "کتاب الزہد اور امام ابو نعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے امام جعفر الصادق (المتولد س ۸۰ المتوفی ۱۴۸ھ) کے ہم زمان، ستر صحابہ کرام کی زیارت کرنے والے جلیل القدر تابعی حضرت طاؤس (المتوفی قیل ۱۰۰ھ و قیل ۱۰۶ھ و قیل ۱۰۰) کا یہ ارشاد نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی (جلد ۲ ص ۱۷۸ طبع مصر) میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا " ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعموا عنہم تلک الایام" یعنی فوت شدگان

شدہ مسلمانوں کا ان کی قبروں میں مسلسل سات ایام تک امتحان ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے (ان کے زمانہ کے) لوگ (یعنی صحابہؓ و تابعین کرام) ان ایام میں ان کی طرف سے بقصد ایصال ثواب کھانا کھلانے کو مستحب اور کار ثواب سمجھتے تھے اھ (امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی "رجال الصحیح" ہیں)

اس سے ظاہر ہے کہ امام جعفر الصادق کی وفات کے بعد آپ کے متعلقین نے بھی مسلسل سات ایام لوگوں کو کھانا کھلا کر آپ کو ایصال ثواب کیا۔ اس حساب سے اس کا آخری دن بائیسویں رجب بنتا ہے کیونکہ پندرہ رجب کو آپ نے وفات پائی۔ پھر سات دن ایصال ثواب کیا گیا۔ پندرہ اور سات بائیس بنے۔ پھر چونکہ عموماً" ہر پروگرام کے آخری دن کو بہت اہتمام کیا جاتا ہے اور عموماً" آئندہ یاد بھی وہی رہتا ہے جس سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کا یہ ایصال ثواب بھی بائیسویں رجب کو اہتمام کے ساتھ کیا گیا۔ اس لئے اسی اہتمام کی وجہ سے آپ کا یہ ایصال بائیسویں رجب سے منسوب ہو کر مشہور ہو گیا۔ اور یہی قرین قیاس ہے۔

اس سے بھی قطع نظر کرلی جائے تو اس حدیث کی روشنی میں کم از کم یہ تو ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ و تابعین اور امام جعفر صادق کے زمانہ کے مسلمان کسی مسلمان کی وفات کے بعد سات ایام طعام کے ذریعہ ایصال ثواب کرنے کو مستحب جانتے تھے جب کہ ہر سال انہی ایام میں ایصال ثواب کرنے کے قرآن و سنت اور صحابہ و تابعین سے ممانعت بھی ثابت نہیں۔ بلکہ اس کے جواز کے شواہد موجود ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا شہدائے احد رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبور مطہرہ پر ہر سال (ان کی شہادت کی تاریخ کو) تشریف لے جانا وغیرہ (تفسیر کبیر سورۃ رعد آیت ۲۴)

پس اسی اصل کے پیش نظر آخری دن کا اعتبار کر کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ایصال ثواب آپ کی وفات کے دن پندرھویں رجب کی بجائے بائیسویں کو مروج ہو گیا ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ بہرصورت کونڈوں کو بائیسویں رجب سے مناسبت ضرور ہے جس سے کوئی منصف مزاج انسان ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔

نوٹ= مناسبت کی یہ دلیل میرے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی، دامت برکاتہم (حال شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان) کا خصوصی افادہ ہے۔

مجرمانہ خیانت = کونڈوں کے مخالفین نے (جن میں مولوی محمد یوسف دیوبندی بھی شامل ہیں) نے اپنی جہالت یا تجاہل عارفانہ کے باعث اس مقام پر یہ سخت مجرمانہ خیانت کی ہے کہ اپنے رسائل میں انہوں نے امام جعفر الصادق کی وفات کے بارے میں ماہ رجب کے قول کو ذکر تک نہیں کیا کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ اسے بیان کر بیٹھے تو کسی نہ کسی طرح بائیسویں رجب سے کونڈوں کی مناسبت ثابت ہو جائے گی اور ان کے "باطل کے ہتھکنڈے" ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے جو تاریخ میں مخالفین کی علمی خیانت اور اہل بیت دشمنی کی نہایت ہی بدترین اور شرمناک مثال ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ = یہاں اس شبہ کے پیش کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس زمانہ کے کسی دوسرے بزرگ کا اس قسم کا کوئی ایصال ثواب کیوں مشہور نہیں؟ اس لئے کہ مسلمانوں کی اہل بیت کرام یا بالخصوص حضرت امام جعفر الصادق سے جو والہانہ محبت ہے وہ کسی طرح محتاج بیان نہیں کیونکہ آپ امام الائمہ امام ابوحنیفہ اور امام مدینہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہما کے استاذ ہیں جب کہ بعد کی امت کی اکثریت کسی نہ کسی طرح ان دو حضرات سے شاگردی کا شرف رکھتی ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل بیت کرام کے لئے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ خصوصی طور پر ایصال ثواب کرتے رہنا تمام امت کا معمول ہے۔ (جیسا کہ تحفہ اثنا عشریہ کے حوالہ سے گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے) جب کہ عدم نقل، نقل عدم کو بھی مستلزم نہیں۔ نیز یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ شریعت کے عمومی دلائل کے بعد جب تک کوئی شرعی استحالہ نہ پایا جائے، اس قسم کے شبہات سے کسی امر کا ناجائز ہونا بھی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

شوال میں وفات کے قول سے جواب = رہا یہ امر کہ ایک قول پر امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی وفات ماہ شوال میں ہوئی تھی۔ تو کیا یہ قول اس دوسرے قول سے متعارض ہو کر اس کی تغلیط نہیں کر رہا جس میں آپ کی وفات کا پندرھویں رجب کو ہونا بتایا گیا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً" جہاں تک فقیر کے مطالعہ کا تعلق ہے آپ کی

وفات کے ماہ شوال میں ہونے کا قول شیعہ کے سوا کسی نے نہیں لکھا جو کتب اہل سنت میں کہیں موجود نہیں (جو دکھادے ہم سے شکریہ وصول کرے)

اہل سنت میں سے علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ہی قول کیا ہے کہ آپ کی وفات نصف رجب کو ہوئی تھی (جیسا کہ ان کی تصنیف شواہد النبوۃ کے حوالہ سے ابھی گزر چکا ہے) مگر تعجب ہے کہ کونڈوں کو شیعہ کا معمول کہہ کر لوگوں کو ان سے بچنے کی تلقین کرنے والے اس مقام پر سنی عالم کی بجائے شیعوں کی تقلید کیوں اور کس مصلحت سے کر رہے ہیں؟ کیا اس وجہ سے تو نہیں کہ انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں بائیسویں رجب کے کونڈوں کی ماہ رجب سے مناسب ماننی پڑ جائے گی جو ان کے لئے قیامت سے کم نہیں؟ اور سچ ہے کہ

میٹھا میٹھا ہپ ہپ ' کڑوا کڑوا تھو تھو

ثانیاً" = شوال والا قول بھی ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ برتقدیر تسلیم یہ اختلاف اقوال ہے جن میں سے امت کا عمل ماہ رجب والے قول پر ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں کیونکہ بہت سے دیگر امور بھی ایسے ہیں کہ جن کی تاریخ میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے مگر معمول بہ ان میں سے کوئی ایک ہے مثلاً" ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ مگر جمہور امت کا عمل بارھویں ربیع الاول کے قول پر ہے۔ (جسے علماء دیوبند کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں اور غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی نے الشمامتہ العنبریہ میں بھی تسلیم کیا ہے۔)

اسی طرح معراج شریف کی تاریخ کے بارے میں بھی بہت اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ ۱۷ رمضان المبارک میں ہوئی۔ بعض نے کہا ۱۷ ربیع الاول میں ہوئی اور بعض نے ۲۷ رجب کا قول کیا اور ان میں سے امت کی اکثریت کا عمل ۲۷ رجب پر ہے اور شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ان کے زمانہ کے اہل مکہ مسلمان بھی رجبی شریف ستائیسویں رجب کو مناتے تھے۔ ملاحظہ ہو (ماثبت بالسنۃ) بلکہ خود کونڈوں کے مخالفین نے بھی تاریخ معراج شریف کے لئے رجب کے قول کو ترجیح دی ہے۔ حظہ ہو (کونڈوں کی حقیقت ص ۲۸ طبع کراچی)

پس اگر امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں بھی دو قول پائے جاتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آپ کے ایصال ثواب کے لئے امت کا عمل تو ماہ رجب کے قول پر ہے جو "بائیسویں رجب کے کونڈوں" کے نام سے مشہور ہے۔

اعتراض نمبر ۶ = کونڈے امام جعفر الصادق سے منسوب ہیں جب کہ قرآنی آیت "و ما اھل بہ لغیر اللہ" کی روشنی میں غیر اللہ سے منسوب ہو جانے والی چیز حلال نہیں رہتی۔ پس اس وجہ سے بھی کونڈے ناجائز ہوئے۔

جواب = اس آیت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ عین وقت ذبح جس حلال جانور پر کسی غیر اللہ کا نام لے کر اس کا گلا کاٹ دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے جلیل القدر علامہ امام ابوبکر الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب احکام القرآن (جلد اول) میں اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں "لا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحہ اذا اھل بھا لغیر اللہ عند الذبح" یعنی مسلمانوں کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" سے وہی ذبیحہ مراد ہے جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اھ

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں علماء دیوبند اور غیر مقلدین بھی اپنا پیشوا مانتے ہیں) انہوں نے بھی اپنے فارسی ترجمہ قرآن میں (تمام مقامات پر) اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ دوسرے پارہ کی اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "و انچہ بلند کرد شود در ذبح وے بغیر خدا" یعنی وہ جانور بھی حرام ہے کہ جس پر اس کے عین ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔ اھ

اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ جو چیز بھی کسی غیر اللہ کے نام سے منسوب ہو جائے وہ حلال نہیں رہتی تو دنیا کی کوئی چیز بھی کسی کے حق میں حلال نہیں رہے گی۔ کیونکہ دنیا کی تقریباً" ہر چیز کسی نہ کسی فرد مخلوق کی جانب ضرور منسوب ہے یہاں تک کہ بیوی اپنے شوہر اور اولاد اپنے والدین سے منسوب ہوتی ہے تو کیا اسی غیر اللّٰہی نسبت کو دیکھ کر مخالفین اپنی بیویوں اور اولاد کے بارے میں بھی یہ حرام کا فتویٰ صادر

کریں گے؟ مگر تعجب ہے کہ وہ اپنے حق میں اس آیت کو یکسر بھول جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں بزرگوں سے منسوب ہونے والی چیزیں کیسے حرام قرار دی جا سکتی ہیں جب کہ قرآن نے تو نہایت ہی زور دار لفظوں میں ان حلال جانوروں کو حلال ہی کہا ہے جنہیں کفار و مشرکین اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ کر انہیں اپنے اوپر حرام قرار دے دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ (پارہ ۷ المائدہ آیت ۱۰۳ پارہ ۸ الانعام آیت ۱۳۸ تا ۱۴۴)

ان جانوروں کو مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے "فتاویٰ نذیریہ" میں، مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے "فیض الباری" میں اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے "تفسیر عثمانی" میں بھی حلال طیب لکھا ہے۔ پس اے خدا کا غضب نہ کہیں تو کیا کہیں کہ مخالفین کے نزدیک بتوں کے چڑھاوے تو حلال طیب ہیں لیکن بزرگوں سے منسوب ہونے والی چیزیں معاذ اللہ ان کے نزدیک سخت حرام بلکہ "عرف الجادی" میں اس کے غیر مقلد مؤلف نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ کافر کا ذبیحہ تو ان کے نزدیک حلال ہے مگر پیروں سے منسوب ہونے والا جانور ان کے ہاں ایسا حرام ہے کہ اسے اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تو وہ بھی حلال نہیں ہو گا۔ (معاذ اللہ)

ایصال ثواب کی چیز کو بزرگوں کے نام سے منسوب کرنے کا جواز حدیث سے بھی ثابت ہے چنانچہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد (جلد ۱ ص ۲۳۶) اور نسائی (جلد ۲ ص ۱۳۳) میں ہے کہ صحابی رسول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے مدینہ منورہ میں ایک کنواں کھودا اور اس کا نام "بئر ام سعد" رکھا تھا۔ (یعنی سعد کی ماں کے ایصال ثواب کا کنواں) اھ

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (جنہیں کونڈوں کے مخالفین بھی اپنا پیشوا مانتے ہیں) فرماتے ہیں کہ جس کھانے پر فاتحہ درود اور قل پڑھ کر اس کا ثواب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو ہدیہ کیا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ اھ ملاحظہ ہو (بوادر النوادر ص ۳۸۷ طبع دیوبند از مولوی اشرف علی تھانوی)

خلاصہ یہ کہ آیت " و ما اھل بہ لغیر اللہ " کو کونڈوں کے خلاف سمجھنا

نہایت درجہ غلط اور تفسیر بالرائے ہے۔

نوٹ= جو حلال جانور کسی غیر اللہ کو اللہ سمجھ کر اس کی خوشنودی کے لئے ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ اگرچہ اس پر اللہ کا نام بھی لیا جائے مگر کوئی مسلمان اس قصد سے کسی غیر خدا کے لئے جانور ذبح نہیں کرتا۔ اس مسئلہ کی تمام تفاصیل دیکھنے کے لئے حضور غزالی زماں رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ "تصریح المقال" کا مطالعہ کیا جائے۔

اعتراض نمبر ۷ = کونڈوں کے طعام کو امام جعفر الصادق کی نذر و نیاز کہا جاتا ہے جب کہ غیر اللہ کے لئے ان الفاظ کا بولنا حرام ہے۔ پس کونڈے اس وجہ سے بھی ناجائز ہوئے۔

جواب = نذر کی دو قسمیں (۱) نذر عرفی و لغوی۔ اور یہ دو معانی میں مستعمل ہے یعنی (۱) مطلقاً کسی قابل تعظیم شخصیت کو ہدیہ اور نذرانہ پیش کرنا اور (۲) اللہ کے نام کی مشروط منت مان کر اس کا ثواب کسی محبوب الٰہی کی روح کو پہنچانے کا اللہ سے عہد کرنا۔ مثلاً" کوئی کہے الٰہی اگر میری فلاں جائز حاجت پوری ہو جائے تو میں تیری خوشنودی کے لئے اپنا ایک بکرا ذبح کر کے اس کا ثواب تیرے فلاں ولی کی روح کو پہنچاؤں گا۔

(۲) نذر کی دوسری قسم نذر شرعی ہے۔ یعنی عبادت کی نیت سے اللہ کے نام پر مال خرچ کرنے یا کوئی نیک کام کرنے کا (غیر مذکور) مشروط' یا غیر مشروط عہد کرنا۔

نذر کی یہ (دوسری) قسم' اللہ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں۔ اہل سنت بھی بزرگوں کے لئے جب یہ لفظ بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد بھی نذر کی یہ قسم نہیں ہوتی بلکہ اس سے ان کی مراد نذر عرفی و لغوی ہوتی ہے اور محض از راہ ادب' بزرگوں کے ایصال ثواب کے طعام کو ہدیہ اور نذرانہ کے معنی میں "نذر و نیاز" کہہ دیتے ہیں جس کی عرف و شرع کسی کی رو سے بھی ممانعت ثابت نہیں بلکہ اردو لغت کی کتابوں میں ان الفاظ کا ان معنوں میں مستعمل ہونا پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو (فیروز اللغات اردو۔ باب نون)

اور امام ابواللیث نے اپنے "فتاویٰ" میں علامہ احمد جیون نے "تفسیرات احمدیہ" میں علامہ شامی نے "رد المحتار" میں اور امام علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی نے بھی

"الحدیقه الندیه" میں لفظ نذر کو نذر عرفی مذکور کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے بلکہ اس معنیٰ میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول منامی سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام شعرانی اپنی کتاب "طبقات کبریٰ" (جلد ۲) میں حضرت سیدنا شاذلی رحمتہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا جب تمہیں کوئی مشکل در پیش ہو اور تم اس کا حل چاہو تو " فانذر للنفیسته الطاہرۃ و لو فلسا" فان حاجتک تقضی " سیدہ نفیسہ طاہرہ کی نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ کی ہو۔ یقیناً" تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔

علاوہ ازیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اور علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے مشترکہ امام شاہ اسمٰعیل دہلوی نے بھی اپنی کتاب صراط مستقیم میں بزرگوں کے ایصال ثواب کے طعام کے لئے نذر و نیاز کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مولوی نواب وحید الزماں غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی عربی ج ا ص ۴۰-۱۴۱ میں بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے نذر و نیاز کے الفاظ کے اطلاق کو جائز کہا ہے۔ نیز حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اپنے رسالہ "نذور" میں فرماتے ہیں کہ "نذرے کہ اینجا مستعمل مے شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان مے برند، نذر و نیاز مے گویند" یعنی یہاں جو لفظ نذر بولا جاتا ہے وہ نذر شرعی کے معنیٰ میں نہیں کیونکہ مسلمانوں کا عرف یہ ہے کہ وہ جو کچھ بزرگوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسے "نذر و نیاز" کہتے ہیں۔ اھ
(مسئلہ نذر و نیاز کی پوری تفصیل کے لئے امام اہل سنت حضرت علامہ سید کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ کا رسالہ تصریح المقال دیکھیں)

اعتراض نمبر ۸ = کونڈوں پر مداومت کی جاتی ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید انہیں فرض یا واجب سمجھا جاتا ہے جب کہ شرعاً" غیر ضروری امور کے بارے میں ایسی مداومت انہیں جائز بنا دیتی ہے بلکہ عوام تو انہیں فرض ہی سمجھتے ہیں پس اس شبہ کی بناء پر بھی کونڈے ناجائز ہیں۔

جواب = کونڈے ایصال ثواب ہیں جو شرعاً" ایک نیک کام ہے جب کہ نیک کام

پر مداومت کرنا شریعت کا مطلوب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (جلد ۲ ص ۹۵۷ طبع کراچی) میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " احب الاعمال الی اللہ ادومہا " یعنی اللہ اپنے بندے کے اس نیک عمل کو بہت پسند فرماتا ہے جس پر وہ بہت مداومت کرے۔ پس مطلوب شرع کو کیونکر ناجائز کہا جا سکتا ہے؟ باقی کونڈوں کو فرض یا واجب کوئی ذی علم نہیں سمجھتا اور یہ سنی مسلمانوں پر بہت بڑا افتراء اور ان سے سخت سوء ظنی ہے۔ بالفرض اگر جہلاء میں سے کوئی انہیں سمجھتا بھی ہو تو یہ اس کی ذاتی غلطی ہے۔ اس سے وہ دوسروں کے حق میں کیونکر ناجائز ہو جائیں گے؟ مثلاً" کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام منافقت سے لیتے ہیں جو یقیناً" ایک بہت بڑا جرم ہے۔ پھر کیا اس صورت میں مخلصین کو بھی اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چھوڑ دینا چاہئے؟ نہیں اور ہرگز نہیں!

کونڈوں کے مخالفین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب اسی مفہوم کو ادا کرتے ہوئے اپنی کتاب کلیات امدادیہ (ص ۷۹-۸۱ طبع کراچی) میں لکھتے ہیں کہ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) عوام اگر اپنی جہالت کے باعث شرعاً" کسی نیک (غیر ضروری) عمل کو فرض یا واجب سمجھتے ہوں تو وہ صرف انہی کے حق میں ممنوع قرار پائے گا' سب کے حق میں نہیں۔ پس اس نیک عمل سے روکنے کی بجائے ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔

اعتراض نمبر ۹ = کونڈے یہ منت مان کر کئے جاتے ہیں کہ امام جعفر الصادق کی برکت سے اس کے عامل کی مشکل حل ہو جائے جو شرک ہے کیونکہ مشکل تو صرف اللہ ہی حل کر سکتا ہے اور وہ کسی وسیلہ کا بھی محتاج نہیں۔ پس یہ بھی کونڈوں کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

جواب = شرک کے معنیٰ ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھنا' یا بالفاظ دیگر کسی غیر اللہ کو اللہ ماننے کا نام شرک ہے۔ جب کہ کسی دینی بزرگ کا وسیلہ پیش کر کے اس کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا' اسے اللہ ماننا نہیں پس اسے شرک کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو وسیلہ ماننا محض اس صورت میں ناجائز ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے آگے مجبور سمجھے جب کہ کوئی بھی سنی

مسلمان اس قسم کا عقیدہ کسی بزرگ کے حق میں نہیں رکھتا بلکہ ہمارے نزدیک وسیلہ کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے پیاروں کے نام کی لاج رکھتے ہوئے مشکل آسان فرما دیتا ہے۔ اور انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کو "مشکل کشا" کہنا بھی محض اسی معنیٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات ان کے سبب مشکلیں آسان فرماتا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سبب ہدایت ہونے کی وجہ سے "ہادیٔ سبل" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ معنی حقیقی (یعنی خالق ہدایت ہونے) کے اعتبار سے "ہادی" صرف اللہ ہے (جل جلالہ)

یہ تمام تفصیل امام احناف علامہ ابواللیث سمرقندی نے اپنے "فتاویٰ ابی اللیث" میں اور بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب کے استاذ، صاحب مشہور درسی کتاب "نور الانوار" کے مصنف علامہ احمد جیون نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب تفسیرات احمدیہ میں (آیت وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت) اس امر کی تصریح کی ہے کہ حل مشکلات کے قصد سے اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنے اور حلال جانور کے ذبح کرنے کی منت ماننا جائز اور اس کا کھانا حلال طیب اور درست ہے۔ ملاحظہ ہو (تصریح المقال ص ۹۔۱۰ از امام اہل سنت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ)

علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ (ص ۱۷۳ طبع محمد علی کراچی) میں کہتے ہیں کہ کسی ولی کا وسیلہ پیش کر کے اپنی کسی مشکل کے حل ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز ہے۔ ملخصاً"

علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے کلیات امدادیہ میں اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اپنی کتاب تعلیم الدین (ص ۱۴۲ طبع تاج کمپنی) میں نہ صرف اللہ کی بارگاہ میں اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کیا ہے بلکہ حضرت علی کو مشکل کشا بھی کہا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں -

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن
تا کہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن

شیخ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے اب
کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب
ہادی عالم "علی مشکل کشا" کے واسطے

نیز یہی حاجی صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہوئے اپنے رسالہ "نالہ غریب امداد" میں لکھتے ہیں۔

ے اے رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

ے دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قہر خداوندی = مولوی محمد یوسف صاحب دیوبندی آف رحیم یار خان نے اپنے رسالہ "باطل کے ہتھکنڈے" (ص ۷ طبع مکتبہ سبحانیہ رحیم یار خان) میں کسی غیراللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنے کو قطعی شرک کہا اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ وہ نفع و نقصان ہر حالت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کریں۔ جو ان کی اپنے مذکورہ بالا بزرگوں (حاجی امداد اللہ صاحب اور تھانوی صاحب) کے خلاف بہت بڑی بغاوت ہے۔ پھر اسے "قہر خداوندی" نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے "نفع نقصان ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرنے" کا وعظ کرنے والے یہی مولوی محمد یوسف صاحب اپنے اسی رسالہ کے پرانے چھاپے میں صرف ایک صفحہ بعد اپنے مدرسہ کو نافع قرار دیتے اور غیراللہ سے چندہ وصول کرنے کی خاطر نہایت ہی منت سماجت اور لجاجت سے اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "دامے درمے سخنے قدمے اپنے اس ادارہ کو نہ بھولیں" ملاحظہ ہو (ص ۸ طبع قدیم) حیرت ہے کہ ایک قطعی شرک، عین اسلام کیسے بن گیا؟ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

ے الجھا جو پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو اپنے دام میں خود صیاد آگیا

اعتراض نمبر ۱۰ = کونڈے مقررہ تاریخ کو کئے جاتے ہیں جب کہ ایصال ثواب کے

لئے اپنی طرف سے کوئی تاریخ مقرر کر دینا حرام اور ناجائز ہے۔ لہٰذا کونڈے تعین یوم کی وجہ سے بھی حرام اور ناجائز ہوئے۔

جواب = اگر مقررہ تاریخ کو امام جعفر الصادق کے کونڈے کرنا ناجائز ہے تو مخالفین کو چاہئے کہ وہ نزاع کو ختم کرتے ہوئے بغیر تاریخ مقرر کئے کر لیا کریں۔ مگر اس کی ان سے کوئی توقع نہیں کیونکہ اس اعتراض سے ان کا مقصد' شریعت کے کسی شعبہ کی خدمت کرنا نہیں بلکہ کسی نہ کسی بہانے امام اہل بیت کے اس ایصال ثواب کو بند کرانا ہے۔ جو "ایں خیال است و محال است و جنوں" کا مصداق ہے۔

جواب نمبر ۲ = ایصال ثواب کے لئے کسی کا اپنی طرف سے کوئی وقت مقرر کرنا محض اس صورت میں ممنوع اور ناجائز ہے کہ کوئی اسے اپنے اس مقررہ وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں جائز نہ سمجھے' یا یہ سمجھے کہ دوسرے اوقات میں ثواب کم پہنچے گا۔ جب کہ اہل سنت ایصال ثواب کو شریعت کے جائز کردہ رات دن کے تمام اوقات میں جائز سمجھتے ہوئے اس کے لئے وقت محض اس لئے مقرر کرتے ہیں کہ اسے سہولت اور آسانی کے ساتھ سرانجام دیا جا سکے۔ اس سے ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ اسے اس وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں ناجائز سمجھتے یا ثواب کے کم پہنچنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ایسی تعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہؓ و تابعین اور سلفِ صالحین سے ثابت ہے بلکہ کونڈوں کے مخالفین کے بزرگوں نے بھی (چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب نے کلیات امدادیہ ص ۸۱ طبع کراچی) مفتی کفایت اللہ دہلوی (نے دلیل الخیرات ص ۴۰) اور مولوی خرم علی بلہوری (نے نصیحۃ المسلمین میں) اس حقیقت کو برملا تسلیم کیا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا محض اس صورت میں ناجائز ہے کہ کوئی اسے اسی مقررہ وقت میں فرض یا واجب سمجھے۔

علاوہ زیں یہ اعتراض خود مخالفین پر بھی لوٹتا ہے کیونکہ وہ بھی اس قسم کے بہت سے کام' وقت مقررہ کر کے کرتے ہیں۔ جیسے سالانہ ختم بخاری اور سالانہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' بلکہ اب تو (بالخصوص یہاں رحیم یار خان میں) دیوبندیوں نے باقاعدگی سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ۲۲ جمادی الاخری کو سیدنا صدیق اکبر کے یوم وصال کا جلوس نکالنا بھی شروع کر دیا ہے نیز کلیات

امدادیہ (ص ۸۲ طبع کراچی) میں ہے کہ علماء دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب ہر سال اپنے پیرو مرشد کا مقررہ تاریخ میں عرس کیا کرتے تھے۔

پس اس کے باوجود مخالفین کا محض کونڈوں کے لئے تعین وقت کو حرام کہنا ان کے بے جا تعصب، سراسر زیادتی اور مذہبی خود کشی کی بدترین مثال نہیں تو اور کیا ہے؟

نوٹ = اس مسئلہ کی مدلل تفصیل، اس موضوع پر لکھے گئے فقیر کے ایک علیحدہ رسالہ میں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱ = رسالہ کونڈوں کی حقیقت (ص ۲۸ طبع کراچی) میں کونڈوں پر یہ اعتراض بھی ہے کیا گیا ہے کہ ماہ رجب کی اصل فضیلت، معراج شریف کی وجہ سے ہے جس میں ہمیں نماز جیسا عظیم تحفہ عطا کیا گیا تھا لیکن آج، کچھ لوگ اسے چھپانے بلکہ مٹانے کی غرض سے اسی مہینے کو، کونڈوں کے نئے عنوان سے مشہور کر رہے ہیں جو اسلام کے خلاف یقیناً ایک گھناؤنی اور خطرناک سازش ہے۔ (ملخصاً)

جواب = معراج شریف اور اس میں عطا کیا جانے والا عظیم تحفہ نماز ہو یا امام جعفر الصادق کا ختم شریف (جو کونڈوں کے نام سے مشہور ہے یہ سب بابرکت اور ماہ رجب کے دامن سے وابستہ ہیں اور بحمد اللہ ان میں سے ہمیں ہر ایک حاصل ہے کیونکہ ہم کونڈوں کا ختم بھی دلاتے ہیں۔ رجبی شریف اور جشن معراج بھی ہر سال نہایت ہی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ وفات یافتہ نبی موسیٰ علیہ السلام کی امداد سے حاصل ہونے والے عظیم تحفہ پانچ وقتی نماز کا پڑھنا بھی ہمیں نصیب ہے جب کہ کونڈوں کے مخالفین ان سب سے درحقیقت بالکلیہ محروم ہیں اور انہیں سوائے زبانی جمع خرچ کے کچھ بھی حاصل نہیں کیونکہ کونڈے ان کے نزدیک ویسے حرام اور ناجائز ہیں۔ جشن معراج اور رجبی شریف منانا ان کے دھرم میں بدعت اور ناجائز ہے۔ رہی نماز؟ تو وہ ایک ایسا تحفہ ہے جس کے حصول میں اللہ کے ایک وفات یافتہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ اور تعاون شامل ہے جب کہ کسی وفات یافتہ کے لئے مدد کر سکنے کی قوت ماننا اور اس سے مدد مانگنا مخالفین کے نزدیک قطعی کفر و شرک ہے۔

اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق بذریعہ شرک حاصل ہونے والی نماز انہیں کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

مگر حیرت ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ کے برخلاف' پڑھتے پھر بھی (وفات یافتہ بزرگ کی امداد سے حاصل ہونے والی) اسی نماز کو ہیں جو یقیناً" ان کی بہت بڑی غیر مخلصی ہے جس سے بڑھ کر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف دوسری کوئی گھناؤنی اور خطرناک سازش نہیں ہو سکتی۔ پھر جب کونڈے ایصال ثواب کا ایک ذریعہ ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہے تو انہیں اسلام کے خلاف سازش کہنا بذات خود اسلام کے خلاف سازش نہیں تو اور کیا ہے؟

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ فریاد ہم یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ' نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اعتراض نمبر ۱۲ = کونڈے ایک ایسی رسم ہیں کہ جن کا مقصد شکم پروری اور پیٹ پوجا کے سوا کچھ نہیں۔ پس انہیں ترک کر دینا چاہئے۔ (یہ مخالفین کا آخری اور کمزور ترین وار ہے)

جواب = مخالفین جب معمولات اہل سنت کے خلاف شرعی دلیل قائم کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو ان کا آخری حربہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ گالی گلوچ اور بے ہودہ گوئی پر اتر کر اس قسم کے اوچھے "ہتھکنڈے" استعمال کرنے کی مذموم کوشش کرنے لگ جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ

پھر انہوں نے یہ اعتراض تو کر دیا مگر یہ نہ سوچا کہ وہ اس کا نشانہ معاذ اللہ خود اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ تابعین اور دیگر سلف صالحین کو بنا رہے ہیں کیونکہ کونڈے ایصال ثواب ہیں جس کے مجوز اور مروج یہی ذوات قدسیہ ہیں۔ سچ ہے' وہابی بولتے ہیں سوچتے نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ مخالفین نے یہ اعتراض ایک گمراہ فرقے منکرین حدیث سے سیکھ کر کیا ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت "قربانی" کو شکم پروری اور "پیٹ پوجا" کا سامان کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن قرآن و سنت سے کسی امر کے جواز کے ثبوت کے بعد اس قسم کی واہی تباہی کی قطعاً" کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں اہل سنت پر مخالفین کا یہ اعتراض سخت بے محل بھی ہے کیونکہ جو "شکم پرور" اور "پیٹ کا پجاری" ہوتا ہے اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ حلال و حرام کا امتیاز کئے بغیر ہر چیز ہڑپ کر جاتا ہے جب کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ کونڈوں کے طعام میں حلوہ پوریوں وغیرہ جیسی پاکیزہ غذا کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ اس اعتراض کے اصل مصداق خود مخالفین ہی ہیں اور "شکم پرور" اور "پیٹ کے پجاری" ہونے کی یہ نشانی انہی میں علی الوجہ الاتم پائی جاتی ہے کیونکہ ان کی غذاؤں میں بہت سی قابل اعتراض چیزیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً "مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے فتاوی رشیدیہ (ص ۵۸۳ طبع محمد علی کراچی) میں اور دیوبندیوں کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے فتاوی دیوبند (ج ۲ ص ۹۲۹-۹۳۰ طبع دار الاشاعت کراچی) میں بستیوں اور شہروں میں عام پھرنے والے حرام خور اور خبیث زاغ کو مرغی کی طرح حلال اور اس کے کھانے کو کار ثواب کہا ہے۔ اھ۔ ملخصاً"

اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد نے فتاوی نذیریہ (ج ۱ ص ۳۳۸ طبع اہلحدیث اکادمی لاہور) میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ کتا کنویں میں مرجائے جب تک رنگ بو مزہ تبدیل نہ ہو اس کا پانی پاک ہے اور حلال ہے۔ نیز مولوی وحید الزماں صاحب حیدر آبادی غیر مقلد نے اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے "لا دلیل علی تحریم حشرات الارض" یعنی چھپکلی سانپ اور چوہے وغیرہ کیڑے مکوڑوں کے حرام ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اھ

اس سے ثابت ہوا کہ شکم پرور اور پیٹ کے پجاری ہونے کے صحیح مصداق اہل سنت نہیں بلکہ خود کونڈوں کے مخالفین ہی ہیں۔

پھر جب کووں اور چوہوں وغیرہ جیسی حرام اور قابل نفرت چیزوں کو مخالفین نہیں معاف کر سکتے تو کونڈوں جیسی حلال طیب اور پاکیزہ چیز کو ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

اذ قال اللہ تعالی یایہا الناس کلوا مما فی الارض حللا طیبا و لا تتبعوا خطوت الشیطن انہ لکم عد و مبین۔ و ھذا اخر ما اوردناہ فی ھذا المقام فالحمد للہ حمدا کثیرا علی الاتمام والصلوۃ والسلام علی سید الانام سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ و تبعہ و علینا و معھم الی یوم القیام

ختم شد

ہماری
دیگر
کتب
کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ
ناشر
کاظمی
کتبخانہ
رحیم یار خاں